اہلحدیث غیر مقلدین کے تقلید ائمہ سے متعلق اعتراضات
کا
مکمل مفصل، مدلل اور مسکت جواب

تقلیدِ شخصی ضروری ہے

مُصنّف
مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ ط

جس دن ہر جماعت کو ہم اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے (القرآن)

اہل حدیث غیر مقلدین کے تقلید ائمہ سے متعلق اعتراضات کا مکمل و مفصل و مدلل و مسکت جواب

بنام

تقلید شخصی ضروری ہے

مُرتبہٗ

مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی

شائع کردہ

اسلامی کتب خانہ

رضا مارکیٹ، دھونرہ، بریلی (یوپی) پن 243204

نوٹ:

اس کتاب کو بغیر کسی تبدیلی وتصرف کے اجازت لے کر جو صاحب چاہیں چھپوا سکتے ہیں

نام کتاب : تقلید شخصی ضروری ہے

مرتب : مولانا تطہیر احمد بریلوی

تصحیح : مولانا تنظیف احمد رضوی

مدرس مدرسہ رضویہ برکات العلوم سہوان، ضلع بدایوں

کمپوزنگ : افضل حسین بستوی، دہلی Mob. 09868594259

سن طباعت : چوتھا جدید ایڈیشن ۲۰۱۴ء/۱۴۳۵ھ

تعداد : ۲۲۰۰

ہدیہ : Rs /-

نوٹ: یہ کتاب ہندی زبان میں بھی شائع ہو چکی ہے

ملنے کے پتے

- مکتبہ رحمانیہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت، محلہ سوداگران بریلی (یوپی)
- کتب خانہ امجدیہ ٹیامحل جامع مسجد دہلی
- حارث بکڈپو، بدھ بازار، ٹنڈن مارکیٹ مرادآباد (یوپی)
- قادری کتاب گھر، نومحلہ مسجد بریلی (یوپی)
- رحمانی کتب خانہ میاں ٹولہ نالہ اسٹریٹ، بریلی (یوپی)
- قومی کتب خانہ، بڑا بازار، بریلی (یوپی)
- خواجہ بک ڈپو، ٹیامحل، جامع مسجد، دہلی

فہرست مضامین

☆☆☆



پہلے اسے پڑھئے!

ابھی چند روز قبل ایک کتابچہ بنام ”کیا تقلید شخصی ضروری ہے؟ پڑھنے کا اتفاق ہوا جو مشہور زمانہ اہلحدیث مولوی محمد جونا گڑھی کی تصنیف اور جناب مولوی رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی کی تقدیم و پیشکش کے نتیجے میں فرقہ اہلحدیث کے مرکزی ادارے مکتبہ دار القلم المعہد الاسلامی السلفی رچھا ضلع بریلی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ کتابچہ میں تقلید شخصی پر جو کہ بزرگانِ دین وعامۃ المسلمین کا شیوہ رہا ہے وہی لچر پُرانے اور مکڑی کے جال سے زیادہ کمزور چند اعتراضات کئے ہیں کہ علماء حق بارہا اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ جن کے جوابات دے چکے ہیں اگر علمائے اہلسنت کی کتب دیکھ لیتے تو ان سارے اعتراضات کے جوابات کی بھر مار نظر آتی لیکن وہاں تو ہمیشہ سے عوام کو گمراہ کرنا مقصود رہا ہے جیسا کہ عام طور سے اس جماعت کی یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ علماء کے سامنے سے کتراتے ہیں اور عوام میں قرآن وحدیث سناتے ہیں۔

کتابچہ میں جس گھناؤنی زبان کا استعمال کیا گیا ہے وہ بھی اسی جماعت کے شایانِ شان ہے۔ حیرت بالائے حیرت کہ جماعت اہلحدیث جو کسی کو برا بھلا نہ کہو۔ کی رٹ لگائے ہوئے ہے اس کے ایک ذمہ دار عالم مولوی رضاء اللہ صاحب مدنی اسی کتاب کی تقدیم میں لکھتے ہیں ”اور یہ ساری خرابی تقلید پلید کے سبب مسلمانوں میں پیدا ہوئی۔“

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خانوادے کو تباہ و برباد کرنے والے یزید کے ساتھ لفظ پلید لکھنے اور بولنے کا معمول رہا ہے لیکن مولوی صاحب نے تقلید جیسے امر دینی کو پلید کہہ کر دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری تذلیل وتحقیر کی ہے۔وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

اور آپ اہل حدیث بھی نہ رہے کیوں کہ تقلید کو پلید کہہ کر آپ نے امت کے ہزاروں بڑے بڑے علماء، ائمہ، اولیاء کو گندی گالی دے ڈالی جو سب کے سب مقلد ہوئے ہیں اور صحیح مسلم میں ہے:

"عن عبد الله بن المبارك يقول على رؤس الناس دعوا حديث عمرو بن ثابت فانه كان يسب السلف"

حضرت عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ عمرو بن ثابت کی بیان کردہ حدیث قبول نہ کرو کیوں کہ وہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا ہے۔

صحیح مسلم جلد نمبر ا، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء ص ۱۲

اور بزرگوں کی گستاخی بے ادبی انہیں برا بھلا کہنا آپ کی جماعت کا عام طریقہ ہے بلکہ جماعت کی بنیاد ہی اسی پر ہے اگر آپ طلب کریں گے تو ہم ان آپ کی گستاخیوں، گالیوں کی لمبی فہرست پیش کر دیں گے۔

بہر حال یہ دُشنام طرازی ان کو مبارک ہم بقول کسے (گر پائے کسے سگے گزیدہ سگ رانتوں عوض گزیدن) کے بموجب اصل کتاب کے جواب کی طرف ہی توجہ دیں گے اور ان کی اس بدگوئی کا کوئی جواب نہ دیں گے۔ہم نے اس مضمون میں اس بات کا بھی التزام رکھا ہے کہ ان لوگوں کو ان کے خودساختہ نام جماعت اہلحدیث ہی سے خطاب کیا جائے کیونکہ غیر مقلد کہنے سے یہ لوگ

ناراض ہوتے ہیں حالانکہ یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہم تقلید کے قائل ہیں ہمیں مقلد کہا جائے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے یہ لوگ تقلید کے مخالف ہیں انہیں لفظِ غیر مقلد سن کر مسرور ہونا چاہئے مگر صفحۂ ہستی پر ایسے لوگ بھی کم دیکھے گئے ہوں گے جنہیں خود اپنے ہی نام سے چڑھ ہو اس موقع پر اہل خرد کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اپنے نام کا ظاہر ہو جانا کن لوگوں کو نا گوار ہوتا ہے۔

بہر حال ان سب باتوں کا خیال اس لئے رکھا جا رہا ہے کہ ہمیں احقاق حق منظور ہے نہ کہ کسی کی دل آزاری اور یہ بھی خطرہ ہے کہ ہمیں کہیں اس تحریر کا جواب صرف یہ کہہ کر نہ دیا جائے کہ فلاں مولوی نے گالیاں دی ہیں کیوں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب علمائے اہلسنّت اپنی تقریر اور تحریرات میں قرآن وحدیث سے دلائل کے انبار لگاتے ہیں تو یہ صرف ایک بات میں سب کا جواب دیتے ہیں کہ ”بہت گالیاں دی ہیں اور بہت بُرا بھلا کہا ہے“۔

کتنی آسان رہی معرکہ آرائی آج

رہی تقلید ائمہ دین تو وہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اس کے وجوب پر یقین کرنے کے لئے غور و فکر اور دلائل کی حاجت نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امت کے سارے لوگ قرآن وحدیث کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ اس سے مسائل دینیہ کا استنباط کر سکتے ہیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ہر کس و ناکس کو قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے پر مجبور کیا جائے قرآن مجید میں خود فرمایا گیا ہے:

"فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون"

ترجمہ: یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔

(پارہ ۱۴، رکوع ۱۲، سورۂ نحل، آیت ۴۳)

غرضیکہ مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد دوسرے غیر مجتہد، مجتہد وہ ہے

کہ اس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات اور رموز کو سمجھ سکے کلام کے مقصود کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے ناسخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ یعنی یہ جانتا ہو کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی اور کونسی بعد میں اور کونسی بات اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس موقع پر فرمائی اور دوسری بات کس موقع پر، علم صرف ونحو ولغت و بلاغت پر مہارت تامہ رکھتا ہو۔ احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو اس کے علاوہ ذکی و خوش فہم ہو اور جو اس درجے کو نہ پہنچا ہو وہ مجتہد نہیں اور جو مجتہد نہیں اس کے لئے تقلید ضروری ہے۔ اور مجتہد کے لئے تقلید منع ہے اسی لئے تبع تابعین کے دور سے لے کر آج تک جتنے مسلمان ہوئے سب مقلد۔ ان میں اجلہ اولیاء کرام بھی ہوئے اور علماء ذوی الافہام بھی۔ مثلاً امام رازی، امام غزالی، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، حضور غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی وغیرہم۔ بزرگان دین جن پر امت کو ناز ہے یہ بھی باآں علم وجلال کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے۔ تقلید کے مخالفین کا وجود عالم اسلام میں ہر دور میں نہ ہونے کے برابر رہا ہے جیسا کہ آج بھی ظاہر ہے دنیا میں کہیں کہیں کبھی کبھی یہ لوگ نظر آجاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ضلع بریلی شریف کی چند بستیوں میں ادھر ایک سو سال کے اندر اندر کچھ لوگ اس تحریک سے متاثر ہوگئے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ نہ ہونے کے برابر تعداد رکھتے ہوئے بھی صرف اپنی جماعت کو ہی حق پر سمجھتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ"

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو اس لئے کہ جو الگ رہے گا وہ دوزخ میں

الگ کر کے ڈالا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام فصل ۲، صفحہ ۳۰)

نیز دوسری حدیث شریف میں ہے:

"اِیَّاکُمْ وَالشِّعَاب وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ۔"

ترجمہ: چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچو اور بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔

(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام فصل ۳، صفحہ ۳۱)

اہل اسلام بالخصوص ہمارے علاقے کے مسلمانوں کے بارے میں جماعت اہلحدیث کا کیا خیال ہے اس کا اندازہ ناظرین مولوی رضاء اللہ کے ان الفاظ سے لگائیں جو انہوں نے اپنی کتاب "فتنوں کی سرزمین" کے صفحہ ۴۰ پر لکھے ہیں، رچھا میں واقع اپنے مدرسہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "المعہد الاسلامی السّلفی بریلی جیسے شرک زدہ علاقے میں نہ صرف یہ کہ ایک بہتر دینی تعلیمی تربیت گاہ ہے جو شرک وبدعت کی ظلمات میں رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔"

گویا کہ ان لوگوں کے نزدیک بریلی ایک شرک زدہ علاقہ ہے اور یہاں کے مسلمان مشرک ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں جماعت اہل حدیث کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی سارے مقلدین کو پہلے ہی مشرک لکھ چکے ہیں حوالے کے لئے دیکھئے ان کی تصنیف "معیار الحق"۔ (بحث تلفیق ص ۱۸۲)

ایک اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اہلحدیث، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ودیگر ائمہ مجتہدین کے اقوال وافعال یا ان کی کتب پر عمل کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اور رسول کے سوا کسی کی نہ مانو جو کچھ دیکھنا ہو قرآن وحدیث میں دیکھو اور اپنے علماء مثلاً ابن تیمیہ ابن قیم قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی، صدیق حسن قنوجی، بھوپالی اور ثناء اللہ امرتسری کی تصانیف پر بلا چون وچرا عمل پیرا ہیں اور ان کی کتابوں کو خوب چھاپتے اور پڑھتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا

کہ ہم اپنے مولویوں کی کتابوں میں لکھی صرف انہیں باتوں کو مانتے ہیں جو قرآن وحدیث کے مطابق ہیں تو مہربانی کر کے بتایئے کہ آپ کے علماء کی تصانیف میں وہ کونسی باتیں ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ان کی ایک فہرست بنا کر پیش کیجئے ابھی آپ کا بھرم کھلا جاتا ہے کہ آپ قرآن وحدیث کے پیروکار ہیں یا اپنے مولویوں کی کتابوں کے اور اگر آپ اپنی دھرم پستکوں کی غلطیوں کی فہرست پیش نہ کر سکے تو ظاہر ہے آپ نے ان کتابوں کو قرآن وحدیث کے برابر کا درجہ دے دیا کہ انہیں آپ نے قرآن وحدیث کی طرح غلطیوں سے پاک مان لیا ہے۔

اور ذرا یہ بھی بتاتے چلئے کہ آپ یہ کیسے جانیں گے کہ علماء کی کتابوں میں کونسی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور کونسی مطابق؟ اور پھر جب آپ کے پاس اتنا علم ہے تو پھر ان کتابوں کی ضرورت ہی کیا ہے؟ سیدھے قرآن وحدیث ہی کیوں نہ دیکھا جائے ''کہ ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار، مت مان کسی کا قول وکردار۔'' کا مطلب آپ کے نزدیک پوری طرح درست ہو جائے۔اور جب قرآن وحدیث موجود ہیں اور وہ کافی ہیں ان کے ہوتے ہوئے اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔تو آپ کے مولویوں نے کتابیں کیوں لکھیں۔

اب جماعت اہلحدیث کو چاہیئے کہ پہلے اپنے مولویوں کی تمام کتابوں اور رسائل، تقویۃ الایمان، ظفر المبین، فتاویٰ امرتسری، معیار الحق، نیل الاوطار، فتاویٰ نذیریہ وغیرہا کو کہیں کھود کر گاڑ دیں یا ندی میں بہا دیں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے نہ کوئی کتاب لکھی جائے نہ چھاپی جائے تا کہ قرآن وحدیث پر صحیح عمل ہو سکے پھر اس کے بعد ہم سے بات کریں کہ تم لوگ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کیوں دیکھتے ہو اور جب تیرہویں

چودھویں صدی کے مولوی اسماعیل دہلوی وثناء اللہ امرتسری نذیر احمد دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، مولوی محمد جونا گڑھی، عبدالسلام بستوی کی کتب آپ کے لئے قابل عمل ہیں اور غلطیوں سے پاک ہیں تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہیں کہ انہوں نے حضور کو دیکھنے والوں سے ملاقات کی تو ان کی اور ان کے اصحاب کی تصانیف پر عمل کرنے سے ہمیں روکنے کا آپ کو حق کیا ہے؟ وَالیٰ اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ۔

مسلمان بھائی اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید کے مخالفین کے پاس دھوکہ دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لئے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان ودیگر ائمہ مجتہدین کی تقلید قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بلکہ قرآن وحدیث کو سمجھنے اور ان سے فیض پانے کا ایک ذریعہ ہے۔

درخت کے پتوں کو غذا اگرچہ زمین ہی سے آتی ہے لیکن جڑ، تنے اور شاخوں کے ذریعہ، براہ راست کوئی غذا لینے کے لئے چلے تو شاخ سے ٹوٹا پڑے گا اور پھر سوکھ کر ہوا میں اُڑ جائے گا۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلیٰ اس مثال سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تقلید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہر وقت قریب رہتے تھے اور ان کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا کرتا تھا جو سوال دل میں اُبھرتا سرکار سے دریافت کر لیتے تھے انہیں بیشک قرآن وحدیث کے علاوہ کسی تیسری چیز کی ضرورت نہ تھی جیسے درخت کی جڑ کہ اس کو زمین سے قریب ہونے کی وجہ سے زمین سے غذا حاصل کرنے کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے اور ہم جو اس قدر زمانہ گزرنے کے بعد پیدا ہوئے پتوں کی مثل ہیں کہ جنہیں تنے کی بھی ضرورت ہے اور شاخوں کی بھی تنے، چاروں امام ہیں اور شاخیں علماء زمانہ۔

تقلید کے مخالفین یہ تو منہ بھر کر کہہ دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے کسی کی ضرورت نہیں لیکن یہ بھی نہیں سوچتے کہ طِبّ وحکمت ڈاکٹری سرجری کی ہزاروں کتابیں ہونے کے باوجود مریضوں کو ڈاکٹروں کے پاس پہنچانا پڑتا ہے۔ میں کہتا ہوں ڈاکٹری کی کتابیں پڑھ پڑھ کر علاج اور آپریشن کیوں نہیں کیئے جاتے ہیں؟ جب کتابیں ہیں تو ڈاکٹروں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ وکالت اور قانون کی کتابوں سے الماریاں بھری رہنے کے باوجود چھوٹے چھوٹے مقدموں کے لئے وکیلوں کی خوشامد ہی کرنا پڑتی ہے۔ مثل مشہور ہے جس کا کام اسی کو بھائے۔

اس سے وہ ہمارے مسلمان بھائی بھی سبق حاصل کریں جو یا تو اَن پڑھ ہیں یا تھوڑی بہت اُردو جانتے ہیں یا صرف اسکولوں اور انگریزی، کالجوں میں ہی عمر گزارے ہوتے ہیں۔ عربی زبان سے قطعاً ناواقف اور پھر شرعی باتوں میں مداخلت کرتے متقیان کرام کے فتاوی میں کمی نکالتے ہیں اور خدا کا خوف نہیں رکھتے۔

اہلحدیث حضرات کو جماعت سے نماز بھی نہیں پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کے یہاں خدا اور رسول کے علاوہ کسی اور کی پیروی تو کسی معنی جائز ہی نہیں اور جماعت میں امام کی پیروی کرنا پڑتی ہے کہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع اور سجدہ کے ساتھ سجدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ تقلید شخصی کے مشابہ ہے کیونکہ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ ایک رکعت ایک امام کے پیچھے دوسری دوسرے کے پیچھے پڑھی جائے بلکہ پوری نماز میں ایک ہی شخص کی اتباع کی جاتی ہے خدا کرے وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دیں کہ چونکہ امام خدا اور رسول کے حکم سے نماز پڑھا رہا ہے اور ان کا پیروکار ہے اس لئے ہم اس کی پیروی کرتے ہیں تو الحمدللہ مسئلہ تقلید بھی حل ہوجائے گا کہ ہم لوگ بھی ائمہ مجتہدین کی تقلید اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا

ورسول کے پیروکار ہیں اور ہمیں قرآن وحدیث کے احکام بتاتے ہیں اور انہیں بھی خداتعالیٰ نے امامت فی الدین کا حکم دیا ہے۔

ملاحظہ ہو قرآن مجید کی آیت کریمہ، پارہ نمبر ۱۱، رکوع نمبر ۴ سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۲۱:

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔"

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت کریمہ میں کچھ لوگوں کے لئے صاف اور صریح حکم ہے کہ وہ اولاً علم حاصل کریں اور پھر اس سے قوم کو فائدہ پہنچائیں۔

جماعت اہلحدیث کے افراد قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے اُردو فارسی کے ترجمے اور عربی لغت یعنی ڈکشنری کی کتابیں دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اب چونکہ یہ ترجمہ لکھنے والے ڈکشنری مرتب کرنے والے معاذ اللہ نہ خدا ہی ہیں نہ رسول اور آپ کو خدا ورسول کے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں چاہے وہ کیسا ہی اللہ والا اور رسول پاک کا پیروکار ہو تو اب آپ کو چاہئے کہ قرآن کریم کا ترجمہ یا عربی ڈکشنری کی کتاب کبھی نہ دیکھیں ورنہ بقول خود مشرک قرار پائیں گے یا پھر کوئی ترجمہ یا ڈکشنری کی کتاب ایسی بتائی جائے۔ جو خدائے تعالیٰ نے نازل کی ہو یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھی یا لکھوائی ہو۔ و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جن مسائل کا ذکر قرآن مجید اور احادیث مصطفیٰ میں صراحتاً نہیں ہے ان کے بارے میں آپ کیا کرتے ہوں گے ذیل میں ہم چند مسائل کی ایک فہرست پیش کررہے ہیں اور ساری جماعت اہلحدیث کو دعوت ہے کہ سب مل کر ان مسائل کا جواب صرف قرآن اور حدیث سے دیں۔

(۱) اگر کوئی شخص سعودی عرب میں ۳۰/رمضان کے روزے پورے رکھ کر ہوائی جہاز سے ہندوستان آئے اور یہاں ابھی ۲۹/روزے ہوئے ہوں تو وہ یہاں آکر ایک روزہ اور رکھے گا کہ نہیں؟ یونہی کوئی شخص کسی ملک میں عصر کی نماز ادا کر کے ہوائی سفر سے کسی ایسے ملک میں پہنچ جائے جہاں ابھی عصر کا وقت شروع ہی نہیں ہوا۔ اب جب عصر کا وقت شروع ہوگا تو وہ عصر کی نماز دوبارہ پڑھے گا کہ نہیں؟ صرف قرآن و حدیث سے دونوں سوالوں کا جواب دیجئے۔

(۲) چلتی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تار، ٹیلی فون اور ریڈیو کے ذریعہ چاند کی خبر سن کر روزہ یا عید کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) گلہری، سانپ، بچھو، بندر، چھپکلی، خرگوش، گھروں میں رہنے والا مینڈک اگر کنوئیں میں گر کر مرجائے تو کنواں پاک رہا یا ناپاک؟ اور ان مذکورہ جانوروں کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

(۵) جھینگا، بگلہ، طوطہ، مینا، کلکچیا، مرغابی حلال ہیں یا حرام؟

(۶) عربی کے علاوہ اور زبان میں جمعہ کی نماز کا خطبہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) بھینس کا گوشت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۸) تانبے کو پیتل سے برابر، برابر یا کم زیادہ کر کے ادھار اور نقد بیچنا جائز ہے

یا نہیں؟

(۹) سور کا گوشت پاک ہے یا ناپاک؟ قرآن میں صرف کھانا حرام بتایا ہے، لیکن ناپاک ہونے کا ذکر کس آیت یا حدیث میں ہے؟

(۱۰) انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

(۱۱) بیڑی، سگریٹ اور حقہ پینے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

(۱۲) اسپرٹ، الکوہل پینا حرام ہے یا حلال؟ اور یہ دونوں چیزیں پاک ہیں یا ناپاک؟ صرف قرآن وحدیث سے بتایئے۔

(۱۳) کاغذ کے جو نوٹ رائج ہیں ان میں ادھار یا نقد گھٹا بڑھا کر لین دین سود ہے یا نہیں؟

(۱۴) سور کی چربی، ہڈی، کھال، اوجھڑی، گردے کھانا حلال ہے یا حرام قرآن میں صرف گوشت کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی بتایئے کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں یا ناپاک۔

(۱۵) جنگل، دریا اور خشکی کے تمام جانور اور سب کیڑے مکوڑے اور پرندوں کے نام بنام صرف قرآن وحدیث سے بغیر قیاس کئے ہوئے بتایئے کہ ان میں کون کون سے حرام ہیں اور کون سے حلال، اور ان میں کس کا پاخانہ پیشاب اور جھوٹا، پسینہ اور تھوک پاک ہے اور کس کا ناپاک۔ کتے کے نام کے ساتھ اس کے بارے میں ہی دکھایئے کہ اس کو کھانا حرام ہے یہ کون سی آیت یا حدیث میں ہے۔

(۱۶) بے بی ٹیوب کے ذریعے بچہ پیدا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ صرف قرآن یا حدیث میں اس کا ذکر بتایئے انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کی خرید وفروخت جائز ہے یا ناجائز یہ بھی صرف قرآن وحدیث میں دکھایئے۔

غرضیکہ اس قسم کے ہزارہا مسائل بیان کئے جاسکتے ہیں کہ صراحتاً جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے ظاہر ہے کہ ان مسائل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں قیاس کیا جائے گا اور قیاس کی اجازت ہر کس وناکس کو نہیں دی جاسکتی ورنہ امت میں جتنے لوگ ہوں گے اُتنے ہی مسئلے۔ علماء مجتہدین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شاید آپ یہ کہیں کہ چلئے ان مسائل میں ہم بھی ائمہ کرام کی تقلید کرلیں گے لیکن کیا ضروری ہے کہ کسی ایک کی کریں۔ کسی مسئلہ میں ایک کی دوسرے میں دوسرے کی تقلید کریں گے یعنی جتنے مسئلے ہوں گے اُتنے ہی ہمارے امام تو مہربانی کرکے بتایئے کہ ایسی کونسی مشین لگا رکھی ہے جو یہ بتائے کہ اس مسئلے میں اس کی اور اس مسئلے میں اس کی پیروی کی جائے گی اور بالفرض اگر کوئی مشین مل بھی جائے تو آپ ائمہ کرام کے مقلد ہوئے یا اس مشین کے۔ شاید ہماری اس تقریر سے آپ تقلید شخصی کی اہمیت کو سمجھ گئے ہوں گے۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

اور ہم نے جو یہ مسائل لکھے ہیں ان میں سے کچھ زمانے کے حالات کے اعتبار سے نئے نئے مسائل ہیں وہ چاروں اماموں کی کتابوں میں بھی صاف اور واضح طور پر نہیں ملیں گے۔ لیکن ہمارے نزدیک چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کے ساتھ مسائل جدیدہ میں علماء زمانہ میں سے جو اصحاب ترجیح و مجتہدین ہوں ان کی طرف بھی رجوع ضروری ہے اور آپ کے نزدیک چونکہ قرآن وحدیث ہر ایک کے لئے کافی ہے۔ لہٰذا آپ صرف قرآن وحدیث سے ہر سوال کا جواب دیں۔

اب ناظرین کرام ان چند تمہیدی کلمات کے بعد کتابچہ میں مذکور اعتراضات

کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوالات کی تمہید اٹھاتے ہوئے مولوی محمد جوناگڑھی نے اسی آٹھ ورقی کتابچے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''اس زمانہ میں تقلید شخصی کے بارے میں کچھ ایسا اختلاف پھیلا ہوا ہے کہ جدھر جایئے اسی کا جھگڑا ہے۔''

سچ یہ ہے کہ یہ مولوی مذکور کی خام خیالی ہے اس لئے کہ تقلید شخصی پر ساری امت کا اتفاق ہے کہیں اس پر جھگڑا نہیں ہے۔ سوا ان چند مقامات کے، جہاں آپ جیسے نامقلدین تقلید کے منکرین پہنچ جاتے ہیں وہیں یہ جھگڑا ہے۔ اور وہ ساری دنیا میں چند بستیاں ہیں۔ گویا کہ اس جھگڑے کی بنیاد اور بانی آپ لوگ ہیں اگر آپ تقلید کا انکار نہ کریں تو کہیں جھگڑا ہی نہ ہو۔

کئی جگہ دیکھا گیا کہ ساری بستی کے سب لوگ ہمیشہ سے رمضان میں ۲۰ رکعتیں تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں ان میں کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں لیکن آپ کی جماعت کا کوئی ایک فرد وہاں جا کر اختلاف پیدا کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حدیث میں آٹھ رکعت تراویح آئی ہیں کوئی صحیح وصریح حدیث دکھا بھی نہیں پاتا اور خوامخواہ اتفاق والوں میں انتشار کا سبب بنتا ہے کہیں رفع یدین اور کہیں آمین زور سے پکارنے اور کہیں نماز میں اوپر ہاتھ باندھنے کو لے کر اچھی خاصی قوم کو خوب لڑاتا ہے اور مزے لیتا ہے۔

میں پوچھتا ہوں یہ رفع یدین، رکوع اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کو کاندھوں تک لانا، خوب زور سے آمین پکارنا۔ ۸؍رکعت تراویح پڑھنا آپ کے نزدیک اگر ضروری ہے تو کتنا ضروری ہے کیا اتنا ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے قوم مسلم کو لڑانا ان میں گروہ بندی اور جنگ وجدال مار پیٹ کرانا

ضروری ہے۔ اہل حدیث مولوی جواب دیں۔ ہمارے اعلیٰ حضرت نے تو یہ ذہن دیا لکھتے ہیں:

ہمارے ائمہ کرام نے احادیث ترک پر عمل کیا حنفیوں کو ان کی تقلید چاہئے شافعیہ وغیرہم اپنے اماموں کی پیروی کریں کوئی محل نزاع (جھگڑے کی بات) نہیں

اور لکھتے ہیں:

آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں زیادہ سے زیادہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب کیا تو اچھا، نہ کیا تو کوئی برائی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۶، ص ۱۵۵)

یہ ہیں قوم کو ملانے کی باتیں نہ کہ آپ کہ جہاں آپ کی جماعت کے دو چار لوگوں پہنچ گئے وہاں دوکان دوکان رفع یدین کے جھگڑے۔

المعهد الاسلام السلفی

رچھا کی طرف سے شائع ہونے والے

تقلید شخصی پر اعتراضات کے جوابات

غور سے دیکھا جائے تو ان کے کافی سوالات کے جوابات تو مقدمے سے مستفاد ہیں باقیماندہ سوالات چند اعتراضات ہیں۔ جنہیں الفاظ کی اُلٹ پھیر کے ذریعے گنتی میں بڑھا دیا گیا ہے کافی اعتراضات کا خلاصہ تو یہ ہے۔

سوال: سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ و دیگر ائمہ ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان سے قبل صحابہ وتابعین کے دور میں کس کی تقلید کی جاتی تھی اس کی تقلید آج بھی کیوں نہ کی جائے خلفاء راشدین، صحابہ وتابعین واجلۂ سادات کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور چاروں ائمہ کے اساتذہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کیوں کی جاتی ہے۔

جواب: اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ ائمہ کرام کی تقلید میں صحابہ وتابعین کی مخالفت ہرگز نہیں بلکہ ان کی تقلید اسی لئے کی جاتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ سب صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کی روشنی میں فرمایا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ عوام کو کوئی ضرورت درپیش آئے تو مسئلہ معلوم کرنے کے لئے علماء کے پاس جاتے ہیں اب کوئی سرپھرا ان سے یہ کہنے لگے کہ قرآن وحدیث اور صحابہ وتابعین کے اقوال ہوتے ہوئے بھی تم فلاں مولوی کے پاس کیوں گئے تم نے قرآن وحدیث کی مخالفت کی ہے تو ظاہر ہے اس سرپھرے کا علاج بریلی کے پاگل خانے میں کیا جائے گا اور

اُسے بتایا جائے گا کہ علمائے دین کے پاس صرف یہ سمجھ کر جاتے ہیں کہ یہ جو کچھ بتائیں گے قرآن وحدیث اور اقوال بزرگانِ دین کی روشنی میں بتائیں گے۔ یہ سوال کرنے سے قبل جماعت اہلحدیث کو چاہئے تھا کہ اپنے سارے عوام پر پابندی عائد کرتی کہ ہرگز کسی مولوی سے مسئلہ نہ پوچھا جائے بلکہ قرآن وحدیث کو دیکھا جائے۔

یہ دیکھئے آپ کی جماعت کے سب سے بڑے پیشوا، امام اور مقتدا شیخ احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ دراصل لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان رہنما اور وسیلے کی حیثیت رکھتے ہیں جو عام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے ان احادیث کے معانی اور احکام بیان فرماتے ہیں۔

مجموع الفتاویٰ ج ۲۰، ص ۲۲۴ مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز

الحاصل ائمہ کرام کی تقلید قرآن وحدیث وصحابہؓ وتابعین کے اقوال کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ قرآن وحدیث تک صحیح رسائی کا ایک ذریعہ ہے۔

رہی یہ بات کہ صحابہ وتابعین کس کی تقلید کرتے تھے اسی کی تقلید آج بھی کی جائے تو یہ سوال بھی بہت سی غلطیوں کا مجموعہ ہے بات دراصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عالم ماکان ومایکون دانائے جمیع غیوب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اور تابعین صحابہ کرام سے قریب تھے انہیں جو ضرورت درپیش ہوتی تو حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور تابعین صحابہ کرام سے براہِ راست دریافت کر لیتے انہیں اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

ایک ڈاکٹر ہے کہ جس کو صرف دواؤں اور کتابوں کی ضرورت ہے اور ایک مریض ہے کہ جس کو ان کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے۔ جماعت اہلحدیث کا یہ سوال ہر ایک کو اپنے مثل بشر سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

صحابہ وتابعین تو سارے مسلمانوں کے پیشوا ہیں خود ائمہ کرام بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ ہم کسی کے امتی نہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم بھی کسی کے امتی نہ تھے لہٰذا امتی نہ ہونا حضور کی سنت ہے۔ یا یہ کہے کہ چونکہ بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھتا ہے لہٰذا اس کے دربار میں ہم بھی اس کے تخت پر اس کے برابر میں بیٹھیں گے کیونکہ ایسا نہ کرنے پر جماعت اہلحدیث بادشاہ کی مخالفت کا فتویٰ صادر کردے گی۔

آپ نے عید وبقرعید کے موقع پر نماز پڑھنے والوں کی کثرت دیکھی ہوگی اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ پچھلی صف کے مقتدیوں کو مکبرین کی آواز کی ضرورت پڑتی ہے لیکن امام کے قریب اگلی صف کے مقتدیوں کو امام کی آواز کافی ہوتی ہے۔

اب آپ خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم چونکہ پچھلی صف کے امتی ہیں ہمیں ائمہ کرام کی تقلید کی ضرورت ہے اور صحابہ کرام وتابعین اگلی صف کے لہٰذا انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیکی کافی۔

ہمیں احادیث کی روایت کے لئے اسناد کی ضرورت پڑتی ہے اور کئی کئی واسطوں سے مروی احادیث بخاری ومسلم ودیگر کتب احادیث میں لکھی ہوئی ہیں۔ معترضین تا قیامت یہ نہیں بتاسکیں گے کہ کیا صحابہ کرام بھی احادیث کے ساتھ اس قسم کی اسناد بیان فرماتے تھے اگر نہیں تو پھر آپ بخاری ومسلم وغیرہا جیسی کتب کو قطعاً ترک کریں کہ جن میں احادیث کے

ساتھ ساتھ اسناد بھی لکھی ہیں۔ یہ بھی بتاتے چلئے کہ صحابہ کرام اپنی جماعت کو اہلحدیث کہتے تھے۔ یا مؤمنین و مسلمین؟ یا صحابہ کرام نے کبھی خود کو سلفی لکھا؟ اگر نہیں تو آپ خود کو سلفی اور اپنے ادارے کو المعھد الاسلامی السلفی کیوں کہتے ہیں؟ یہ اسلامی کے بعد سلفی کی ضرورت کیوں پڑی؟ اور یہ اسلام میں زیادتی ہے یا نہیں؟

سُبُحَانَ اللّٰه یہ خوب رہی کہ آپ سلفی لکھیں بولیں تو قطعاً حلال، ہم اسلامی، حنفی کہلائیں تو شرک و بدعت اور حرام، جب کہ حنفیت تو حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے جو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس قدر قریب العہد ہیں کہ انہوں نے حضور کے صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ امام بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہم۔ محدثین سے امام ابوحنیفہ کا زمانہ سو سال سے زیادہ پہلے ہے اور سلفیت تو بچاری نئی نویلی چودھویں صدی کی پیداوار ہے۔

رہی یہ بات کہ سلفی کے معنی ہیں سَلف یعنی پہلے زمانے کے گزرے ہوئے بزرگوں کو ماننے والا تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا چاروں امام سَلَف، بزرگوں اور پہلے والوں میں نہیں ہے؟ اب آپ کے جواب کے ساتھ ساتھ ہم بھی ایک سوال کرتے چلیں۔

کیا زمانہ پاک نبوی و صحابہ و تابعین میں احادیث کی اسناد لکھنے خود کو اہلحدیث یا سلفی کہلانے کا رواج تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہ بدعت ہوئی یا نہیں؟ اور حدیث پاک ''کُلُّ بدعة ضَلالة وکل ضلالة فی النار'' کی بموجب پوری جمعیت اہلحدیث و سلفیت کہاں پہنچی؟

سوال: تقلید صرف ائمہ اربعہ ہی کی کیوں کی گئی۔ یعنی انحصار تقلید ان میں کیوں ہے؟

جواب: ان چار مذاہب میں تقلید کا انحصار نظم دین قائم رکھنے کے لئے اجماع امت سے ثابت ہے۔ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

"اما فی زمانـنـا فقال بعض ائمتنا لایجوز تقلید غیر الائمة الاربعة الشافعی ومالك وابی حنفیة واحمد بن حنبل رضوان اللـه تعالیٰ علیهم اجمعین لانّ هؤلآء عرفت قواعد مذهبهم واستقرت احكامهم وخدم تابعوهم وحرروها فرعاً فرعاً وحكماً حكماً فلایوجد الا وهو منصوص منهم اجمالًا اوتفصیلًا بخلاف غیرهم فانّ مذ اهبهم لم تحرر ولم تدون كذالك۔

بعض ائمہ نے فرمایا ہمارے زمانہ میں ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں کیونکہ ان حضرات کے مذاہب کے قواعد معروف ہیں اور احکام مستقر اور ان کے متبعین نے قواعد واحکام کو تفصیل سے لکھا اس کے نتیجہ میں وہی قواعد پائے جاتے ہیں جو ان سے اجمالاً یا تفصیلاً منصوص ہیں اور دوسروں کے مذاہب اس طرح نہ لکھے گئے نہ جمع کئے گئے۔ (الفتح المبین بشرح الاربعین للامام احمد بن محمد بن حجر هیتمی مکی ص۲۷۴ فی شرح الحدیث الثامن عشر، مطبع دارالمنهاج جده)

نیز قرآن کریم کی مشہور تفسیر صاوی شریف میں صاف لکھا ہے:

"لایجوز تقلید ما عدالمذاهب الاربعة۔"

یعنی چاروں اماموں کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اور تھوڑا آگے بڑھ کر ہے:

"والخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضلٌ"۔

جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ (تفسیر صاوی، جلد۳، ص۹، سورۂ کہف)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں:

اهل السنّة قد افترق بعد القرون الثلثة اوالاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذهب فى فروع المسائل سِوىٰ هذه الاربعة۔

اہلسنّت تین یا چار صدی کے بعد چار۴ مذاہب میں منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان چاروں مذاہب کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

(تفسیر مظہری، جلد۲، ص۶۴، مطبوعہ اشاعت العلوم، دہلی)

سیدنا شیخ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

آمّا تقليد مذهب من مذاهبهم الان غير المذاهب الاربعة فلايجوز لالنقصان فى مذاهبهم ورجحان المذاهب الاربعه عليهم لانّ فيهم الخلفاء المفضلين على جميع الامة بل لعدم تدوين مذاهبهم وعدم معرفتنا الان بشروطها وقيودها وعدم وصول ذالك الينا بطريق التواترحتى لووصل الينا بشئٍ من ذٰلك كذٰلك جاز لنا تقليده لكنه لم يصل كذٰلك۔

لیکن آج کے دور میں ان چار مذہبوں کے علاوہ اُن میں سے کسی کے مذہب کی تقلید جائز نہیں ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُن لوگوں کے مذہب

میں کوئی کمی ہے اور ان چار مذہبوں کو ان پر برتری حاصل ہے کیونکہ ان میں وہ خلفاء راشدین بھی ہیں جن کو ساری اُمت پر فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے مذاہب تفصیل کے ساتھ لکھے نہ گئے اور آج پورے طور پر ہم انہیں نہیں جان سکتے اور وہ ہم تک تواتر کے ساتھ نہ پہنچے یہاں تک کہ وہ سب ان شرطوں کے ساتھ پورے طور پر ہم تک پہنچیں تو ان کی تقلید جائز ہوگی لیکن ایسا ہوا نہیں۔

(خلاصۃ التحقیق، ص ۳، مطبوعہ استانبول ترکی)

ان اقوال کے پیش نظر ہم بڑی سنجیدگی کے ساتھ جماعت اہلحدیث سے مطالبہ کرتے ہیں کہ صحابہ و اکابر تابعین میں کسی کے اقوال و افعال اُن کے مذہب کے قواعد و احکام جو ان سے بالتواتر منقول ہوں۔ اس زمانہ میں دکھائیں پھر ہم کو ان کی تقلید کی دعوت دیں یا ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی ایسی کتاب بتائیں جو فقہی اصول پر مشتمل ہو اور اس میں اسلامیات کے سارے ابواب موجود ہوں اور مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ایسا مسئلہ بتائیں کہ جس میں عقل کو دخل ہو اور وہ قرآن کی کسی آیت یا حدیث پاک یا صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال سے مستخرج نہ ہو اور اگر بخاری و مسلم وغیرہا صحاح کی احادیث کی کتب میں کوئی امام صاحب کے خلاف ہے تو اس قول سے متعلق امام صاحب کی روایت کردہ حدیث زیادہ معتبر ہوگی کیونکہ امام صاحب کا زمانہ امام بخاری و مسلم اور ترمذی سے سو سال پہلے ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے ایک عرصہ کے بعد یہ حضرات پیدا ہوئے اور امام صاحب کے ماخذ حدیث کو بعد کے لوگ اگر ضعیف

کہیں تو ضروری نہیں کہ وہ امام صاحب تک ضعف کے ساتھ پہنچی ہو کما لا یخفی علی من لہٗ ادنیٰ بضاعۃ فی الحدیث۔

معاملہ دراصل یہ ہے کہ صحابہؓ وتابعین کا دور اسلام کا ابتدائی دور تھا کفار سے جنگ وجدال کا زمانہ تھا لہٰذا مبوب اور مفصل طور پر استخراج قواعد واحکام کی طرف پوری توجہ نہ دی گئی۔ زمانہ نبوی پاک اور صحابہ کرام سے قریب ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو اس چیز کی ضرورت بھی نہ تھی جیسے قرآن کریم پر اعراب یعنی زیر، زبر پیش لگانے کا کام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تقریباً اسّی سال بعد خلفائے بنواُمیہ کے دور میں ہوا۔

تیس پاروں میں قرآن کریم کی تقسیم رکوع اور منازل کا تعین بھی بہت بعد کی چیزیں ہیں اب تقلید ائمہ کو دور صحابہ کے بعد کی چیز بتا کر بدعت وشرک وحرام کی رٹ لگانے والے رکوع اور پاروں کے تعین سے خالی بغیر زیر، زبر، پیش ومدوجزم، کے قرآن کریم شائع کریں۔ اور عوام کو یونہی پڑھنے کی اجازت دیں۔ اور اگر ایسا نہ کرسکیں فَاتَّقُوْ یَوْماً لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئاً وَّلا یُقْبَلُ مِنْھَا شَفَاعَۃٌ وَلَایُؤخَذُمنھَا عَدْلٌ وَّلَا ھُمْ یُنْصَرُوْن۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح صحابہ کرام کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے اعراب وغیرہ کی ضرورت نہ تھی بعد کو جب اس کی ضرورت محسوس کی گئی تو یہ کام انجام دیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ ایسے ہی جب ممالک فتح ہوئے اسلام دنیا میں پھیلنے لگا اور مختلف معاشروں ماحولوں اور زبانوں میں منتقل ہوا۔ مختلف انسانوں کی مختلف ضروریات کے مطابق نئے نئے مسائل بھی

سامنے آئے جن کا ذکر صراحتاً ظاہراً قرآن وحدیث میں نہ تھا تو خطرہ تھا کہ کہیں قرآن وحدیث کے معانی کی فہم میں من مانی نہ کی جائے اور سارے مسلمانوں کو جن میں کثرت سے نو مسلم بھی تھے اور وہ فوجی اور تجارتی لوگ بھی تھے۔ جنہیں جنگ وجدال اور کاروبار میں مصروفیت کی وجہ سے باقاعدہ علم حاصل کر کے قرآن وحدیث کی صحیح مراد کو پانا، متعارض احادیث میں قوی وضعیف کا تعین ناممکن تھا اور بعد کے لوگ اگر علم حاصل کریں بھی تو وہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح عالم قرآن وحدیث نہیں ہو سکتے کہ جن کی نظر قرآن کی ہر آیت کے شان نزول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ایک حدیث اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے صحابہ کرام کی زندگیوں کے ایک ایک گوشے اور زبان عربی کی ساری لغات، محاورات اور لب ولہجہ پر تھی۔

الحاصل امت کی اس ضرورت کے پیش نظر ان بزرگوں نے علم فقہ کی تدوین فرمائی تا کہ ہر شخص من مانی نہ کر سکے۔ لہٰذا صرف چار مذاہب میں اسلامی مسائل کو منحصر کر کے بعد والوں پر احسان عظیم فرما دیا: فرحمھم اللہ تعالیٰ وجزاھم اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک سمندر سے چند نہریں نکالی جائیں تو پانی سب میں اسی کا ہوگا گویا یہ چاروں نہریں علم دین کی، سینہ پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاری ہوئیں اور سب میں انہیں کے علم کا سمندر موجزن ہے۔

فالحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وماکنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ تعالیٰ اور مٹھی بھر تقلید کے مخالفین جو اہل اسلام میں رخنہ اندازی

کر کے انہیں بانٹنا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی حدیث موجود ہے۔
ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الامارہ صفحہ ۳۲۰ بحوالہ مسلم۔

یَقُوْلُ مَنْ اَتَاکُم وَاَمْرُکُمْ جَمِیْعٌ عَلیٰ رَجُلٍ وَاحِدٍ یُرِیْدُ اَنْ یَّشُقَّ عَصَاکُم وَیُفَرِّق جَمَاعَتَکُمْ فَاقْتُلُوْہ۔

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم کسی ایک پر متفق ہو جاؤ اور کوئی اگر تمہاری لاٹھی چیرنا چاہے اور تمہاری جماعت کو بانٹنا چاہے تو اس کو قتل کر دو۔"

سوال: تقلید شخصی اصطلاحی کے معنی کیا ہے؟

جواب: اتباع الرّجل غیرہ فیما سمعه یقول اوفی فعله علی زعم انه محقق بلانظر فی الدلیل۔ یعنی کسی کو محقق شرعی جان کر اس کے قول و فعل کی اتباع کرنا دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے۔

سوال: جو کام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ یا تابعین کے زمانے میں نہ ہوا ہو اسے اگر بعد والے دینی ضرورت سمجھ کر کریں تو آیت کریمہ اکملت لکم دینکم جو قرآن میں ہے وہ بتلاتی ہے کہ دین خدا ہر طرح مکمل ہو گیا۔ پھر ائمہ دین کی رائے قیاس کو بھی دین میں داخل کرنا اس آیت کے منافی تو نہیں؟

جواب: بے شک اس کے خلاف نہیں اور یقیناً اس آیت کریمہ کے بموجب دین خدا مکمل ہو گیا۔ لیکن قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ امور دین میں غور وخوض نہ کرو۔ قرآن اور حدیث سے مسائل کا استنباط نہ کرو بلکہ خدائے تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے لیتفقهوا فی الدین یعنی دین میں غور و فکر کرو اس کو سمجھو اس

سے فقہ حاصل کرو۔ خدائے تعالیٰ تو قرآن میں فقہ حاصل کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اوراب منکرین تقلید، فقہ دین کو بدعت کہہ کر خدا کے دشمن ہوئے یا نہیں؟

اور دین کو کیا آپ نے حلوہ سمجھ رکھا ہے جس کو دانت والے اور بے دانت والے سبھی چٹ کر جائیں۔ کان کھول کر سنئے خدائے تعالیٰ نے اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ یعنی اسی قرآن سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور اسی قرآن سے کچھ لوگ گمراہ و بددین بھی ہوجاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر قرآن قرآن کی رٹ لگانے والے ہدایت یافتہ نہیں ہوتے اور قرآن کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں اور ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں اور جب سارے لوگ قرآن کی صحیح مراد کو نہیں پاسکتے تو پھر وہ قرآن وحدیث سے مسائل حاصل کرنے والے مجتہدین کی تقلید نہیں کریں گے تو یقیناً گمراہ ہوجائیں گے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ دین مکمل ہوگیا لیکن یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے سمندر میں موتی تو کثرت سے پائے جاتے ہیں لیکن وہ موتی ہر ایک کے لئے حاصل کرنا آسان نہیں اس کے لئے غوطہ خوروں کی ضرورت ہے ایسے ہی قرآن کریم سے مسائل دینیہ حاصل کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اکابرین امت کی ضرورت ہے اور جسے غوطہ خوری کی مشق نہ ہو وہ سمندر کی تہہ سے موتی حاصل کرنے چلے گا تو بہت پہلے ڈوب کر مرجائے گا اور مچھلیوں کی غذا بنے گا مخالفین تقلید کو اس سے اپنا انجام سمجھ لینا

چاہئے: وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْراً۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنَ" نیز دوسرے مقام پر ہے كُلَّ شَيْئٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنَ۔ اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم میں ہر شئی کا ذکر کردیا ہے کسی چیز کو چھوڑا نہیں ہے اب ان آیات کے پیش نظر آپ یہ بتائیے کہ قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے کہ شادی شدہ مرد وعورت اگر زنا کریں تو ان کو سنگسار کرو اور لواطت کرنے والے کی شرعاً کوئی سزا ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کیا؟

بتائیے! گرہ کاٹ اور کفن چور کا حکم قرآن کریم میں کہاں ہے؟ جس عورت کا شوہر لاپتہ ہوجائے اس کے بارے میں قرآن میں کہاں لکھا ہے اور کیا لکھا ہے؟ ظہر اور عصر وعشاء میں چار، مغرب میں تین اور فجر میں دو رکعت فرض ہیں حاجیوں کو چاہئے کہ وہ ۸/ذی الحجہ کو منیٰ میں اور ۹/کو عرفات میں قیام کرکے رات مزدلفہ میں گزار کر پھر منیٰ میں آجائیں یہ سب قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ جمعہ کے علاوہ پانچوں وقت کی اذان کا ذکر قرآن کی کونسی سورت میں ہے؟ ایسے ہزارہا مسائل بیان کئے جاسکتے ہیں کہ جن کا ذکر صراحتاً قرآن کریم میں موجود نہیں تو کیا معاذ اللہ آپ قرآنِ مقدس کی ان آیات کو جھوٹا کہنے کی جرأت کریں گے جن کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ہر شئی کا ذکر کردیا ہے اور اگر آپ کہہ بھی دیں گے تو کیا تعجب کی بات ہے آخر آپ کے امام ومولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے رسالہ یکروزی میں خدائے پاک کے لئے

جھوٹ بولنا ممکن بتایا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔
شاید آپ کی جماعت کے کوئی عقلمند صاحب یہ کہنے لگیں کہ قرآن میں نہیں تو احادیث میں تو مذکورہ امور کا ذکر ہے تو انہیں اس موقع پر یہ بتا دینا بہت ضروری ہے کہ خدا نے تو بغیر حدیث کا ذکر کئے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن میں ہر چیز کا ذکر کر دیا ہے۔

آیت کریمہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کا مطلب یہی ہے جو آپ نے سمجھا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

"عَنْ عُمَرَ اَنَّ اٰخِرَمَا نَزَلَت آیَتُ الرِّبٰوا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُوَفِّیْ وَلَمْ یُفَسِّرْھَا لَنَا فَدَعُوْوا الرِّبٰوا وَالرِّیبۃ۔"

ترجمہ: سب سے آخر میں سود سے متعلق آیت نازل ہوئی اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ہم سے سود کی تفسیر بیان نہ کی تو تم سود اور اس کے شک سے بچو۔

(مشکوٰۃ شریف، ابواب البیوع ص ۲۴۶، بحوالہ ابن ماجہ)

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۱۲۴ اور مشکوٰۃ شریف باب الخطبۃ الصلوٰۃ صفحہ ۱۲۳ پر حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں نمازِ جمعہ کے لئے صرف ایک اذان اس وقت ہوتی تھی جب خطیب ممبر پر بیٹھتا تھا۔ فَلَمَّا کَانَ عُثْمَانُ وَکَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِث عَلَی الزَّوْرَاءِ۔ یعنی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی کثرت

ہوئی تو مقام زوراء پر ایک اذان اور دلائی جانے لگی۔
ایک اور حدیث حضرت جابر سے مروی سنن ابوداؤد باب عتق امہات الاولاد صفحة ۵۵۱ پر ہے۔

"قَالَ بِعْنَا اُمَّهَاتُ الْاَوْلَادِ عَلیٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ فَلَمَّاکَانَ عُمَرُ نَهَانَا عَنْهُ فَانْتَهَيْنَا۔"

یعنی ہم زمانہ پاک نبوت اور حضرت ابوبکر میں امہات اولاد کی خرید وفروخت کرتے تھے اور حضرت عمر نے اپنے دور میں اس سے روک دیا اور ہم رُک گئے۔

سر جوڑ کر بیٹھیئے اور بتایئے کہ دین کے مکمل ہو جانے کا وہی مطلب ہے جو آپ نے سمجھا تو حضرت عمر کا کہنا کہ سود کی تفسیر بیان ہونے سے رہ گئی اور ام الولد کی بیع سے روکنا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کثرت عوام کی بنا پر جمعہ کی ایک اذان بڑھانے کا کیا مطلب ہے۔ کیا آپ قرآن کے معنی حضرت عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ سمجھ گئے ہیں؟ اور یہ دیکھیئے حدیث شریف میں ہے کہ جب اُم المؤمین حضرت سیدتنا صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اور اس کی خبر جب مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کو ہوئی تو وہ فوراً سجدے میں گر گئے راوی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اس موقع پر سجدہ کرنے کا رواج نہیں تھا۔ کچھ حضرات نے اُن سے پوچھا کہ یہ اس موقع پر آپ نے سجدہ کیوں کیا؟ تو انھوں نے فرمایا۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رأیتم آیة فاسجدوا و ایّ آیة اعظم من

ذهاب ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو اور حضور کی بیویوں کے وصال سے بڑھ کر کونسی نشانی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے۔ (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الخسوف ص ۱۳۰)

غور کیا جائے تو اس حدیث نے اہل حدیث کے مذہب کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا اس حدیث سے خوب اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کام پہلے سے نہ بھی ہوا ہو لیکن اس میں کوئی مصلحت ہو اور وہ کام اچھا ہو تو اس کو کرنا جائز ہے۔ اس حدیث سے قیاس کرنا بھی ثابت ہو گیا کہ اگرچہ حضور نے کسی کی موت کی خبر سن کر سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی دیکھ کر سجدہ کرنے کا حکم ہے اور حضور کے بیویوں کے وصال سے بڑھ کر کونسی نشانی ہے۔ یعنی اُم المؤمنین کے وصال کو انھوں نے آیت، نشانی پر قیاس فرمایا۔

بات دراصل یہ ہے کہ کسی دینی ضرورت یا مصلحت کے پیش نظر کوئی کام کیا جائے تو وہ دین میں زیادتی نہیں بلکہ وہ کام دین ہی میں شمار کیا جائے گا۔ جیسے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں حالات بدلتے دیکھ کر عورتوں کو مردوں کے ساتھ مسجد میں جماعت میں شرکت سے روک دیا۔ حالانکہ وہ زمانہ پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آتی رہتی تھیں۔ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر فرمایا کہ: لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا

مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (بخاری شریف باب خروج النساء الی المسجد صفحہ ۱۲۰) یعنی آج عورتوں سے متعلق جو باتیں پائی جانے لگی ہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو وہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسے قوم بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئی تھیں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں مساجد پر مینار نہیں بنائے جاتے تھے لیکن جب آبادیاں بڑھیں اونچی اونچی عمارتیں بننے لگیں تو مسجدوں کی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے مینار بنائے گئے۔ اور اس میں ایک بڑی حکمت یہ تھی کہ اجنبی آدمی کو دور سے مسجد نظر آ جائے۔

تقلید بھی ایک دینی ضرورت ہے کہ بعد کے لوگ بالخصوص عرب کے علاوہ دوسرے ممالک کے لوگ زمانہ نبوی سے دور اور عربی زبان کے لب ولہجہ سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی بناء پر دین کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے لہٰذا ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کریں جو زمانہ نبوت اور صحابہ کرام سے قریب تھے اور جانتے تھے کہ کونسی آیت کب نازل ہوئی اور کونسی حدیث کس موقع پر فرمائی گئی۔

تعجب بالائے تعجب کہ علم فقہ اور تقلید کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کیا جاتا ہے کہ زمانہ پاک نبوی اور صحابہ کے بعد کی چیز ہے اور علم اصول حدیث اور قواعد عربی زبان یعنی نحو، صرف کو جماعت اہلحدیث اپنے مدارس کے نصاب میں لازم قرار دیئے ہوئے ہے اگر ہم یہ سوال کر دیں تو ساری جماعت پر سناٹا چھا جائے گا کہ زمانہ صحابہ کرام میں کیا قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے، نحو، صرف، بلاغت ومعانی وبیان کا سہارا لیا جاتا تھا؟ کیا اصول حدیث ایک مستقل فن کی حیثیت سے پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا؟ کیا

صحابہ کرام میں یہ گفتگو ہوتی تھی کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کون حسن اور ضعیف؟ اور جو صحیح ہے یا حسن، وہ لذلتہٖ ہے یا لغیرہ؟ جرح مبہم قابل قبول ہے یا نہیں؟ جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو مقبول کیا ہے؟

کیا جماعت اہلحدیث بتائے گی کہ صحابہ کرام کے دور میں بخاری و مسلم تھیں یا دو سو سال کے بعد لکھی گئی تھیں؟ اس زمانے میں آج کل کی طرح مدارس تھے؟ چندے ہوتے تھے؟ رسیدیں چھپتی تھیں؟ جلسے ہوتے تھے؟ المعہد الاسلامی السّلفی رچھا میں ہر سال ختم بخاری کی رسم منائی جاتی ہے۔ اور اشتہار چھاپ کر جلسہ بھی ہوتا ہے کیا یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں ہوا؟

اگر نہیں تو یہ سب اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کے منافی ہوا یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ جس طرح قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے کتب تفاسیر فن اصول حدیث اور قواعد عربی کی ضرورت ہے ایسے ہی کلام خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحیح معنی میں سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے علم فقہ اور ائمہ کرام کی تقلید کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اب امت مسلمہ میں کوئی کسی سے کوئی دینی بات معلوم نہ کرے اور نہ کسی کو اپنا بڑا پیشوا و امام ٹھہرائے۔ بلکہ جو عقل میں آئے وہ کرے جائے اگر ایسا ہوتا تو حدیث شریف میں یہ کیوں فرمایا جاتا: اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّہِمُ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ۔

''میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرلو گے راہ یاب رہو گے۔'' (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۴، باب مناقب الصحابہ)

نیز فرماتے ہیں:

"مَنْ سَرَّهُ بِحُبُوحَةِ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمِ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ۔"

جو جنت میں عمدہ مقام چاہے وہ جماعت کے ساتھ رہے کیونکہ شیطان الگ چلنے والے کے ساتھ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۴)

اور دیکھئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"عَلَيْكُم بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ۔"

میری اور میرے ہدایت یافتہ جانشینوں کی راہ اختیار کرو۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰، باب الاعتصام)

احادیث مذکورہ سے خوب واضح ہوگیا کہ دین مکمل ہوجانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اکابر ومشائخ امت کونظر انداز کر کے قرآن وحدیث میں من مانی کی جائے بلکہ جو دین خدائے تعالیٰ نے مکمل فرمایا اس پر بزرگوں کی رہنمائی ورہبری میں چلنا چاہئے۔

حیرت ہے کہ جماعت اہلحدیث کے اتنے بڑے زبردست عالم مولوی محمد جوناگڑھی نے یہ اعتراض کردیا کہ جب دین مکمل ہوگیا تو پھر تقلید کی کیا ضرورت؟ لیکن یہ بھی نہیں جانا یا جان بوجھ کرانجان بنے کہ تقلید ائمہ یا مشائخ کی رہنمائی بزرگوں کی رہبری بھی دین ہے سورۂ فاتحہ ہی دھیان سے پڑھ لیتے جس میں ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِم

اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ پر چلا ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

گویا کہ سیدھا راستہ اختیار کرنا بغیر بزرگوں کی رہنمائی کے ناممکن ہے

تقلید کی دشمنی میں جو آیت کریمہ نقل کی اس کی تفسیر بھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

آیت کریمہ: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل فرمادیا۔" کی تفسیر میں ائمہ کے دو قول ہیں۔

"ایک تو یہ کہ دین مکمل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام کو غلبہ نصیب ہوا ان کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں کفار یا تو مسلمان ہوئے یا مغلوب اور مسلمانوں کے لئے راستے پُرامن اور بستیاں پُرسکون ہو گئیں اور دشمنوں کا خوف نہ رہا۔"

اس تفسیر کی روشنی میں منکرین تقلید کے مقصد کو اس آیت کریمہ سے کوئی تعلق نہیں اور ان کی یہ رٹ لگانے کا کوئی موقعہ ہی نہیں کہ دین کی تکمیل کے بعد تقلید ائمہ کیوں؟

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حلال و حرام بیان کر دیئے گئے۔ یعنی اب جو حلال ہے وہ حلال رہے گا اور جو حرام ہے وہ حرام رہے گا اب کوئی نئی شریعت اور نیا نبی نہیں آئے گا اس سے بھی جماعت اہلحدیث کے لئے تقلید کو غیر اسلامی امر کہنے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ تقلید ائمہ حرام و حلال کو جاننے کے لئے ہی کی جاتی ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل جز اوّل، ص ۲۷۰ مطبع اصح الطابع، بمبئی پر اسی آیت کے تحت ہے:

(اکملت لکم دینکم) بان کفیتم خوف عدوکم و اظهرتکم علیهم کما یقول الملك الیوم کمل لنا الملك ای کفینا من کنا نخافهٔ اواکملت لکم ماتحتا

جـون الیـه فی تکلیفکم من تعلیم الحلال والحرام والتوقیف علی شرائع الاسلام وقوانین القیاس۔"

(ترجمہ) "میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا۔" یعنی تمہیں دشمنوں کا کوئی خوف نہ رہا اور تم کو ان پر غلبہ عطا فرمایا جیسے بادشاہ کہتا ہے کہ آج ہماری بادشاہت مکمل ہوگئی یعنی دشمنوں سے بے خوف ہوگئے۔ یا مکلّف ہوکر جن امور کی تم کو ضرورت تھی ان کو مکمل فرمادیا جو کہ حرام وحلال سکھانا اور شرائع اسلام وقوانین قیاس سے آگاہ کرنا ہے۔"

مدارک شریف کے آخری کلمات قوانین قیاس نے تو ساری اہلحدیث جماعت کی کمر توڑ دی کیونکہ سوال میں اہلحدیث فاضل نے قیاس کو بھی دین کے منافی بتایا ہے اور اس آیت کریمہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ قیاس کرنا خود پروردگار عالم نے سکھایا ہے اور اس کے قوانین اپنی کتاب میں نازل فرمائے ہیں۔

چھٹے پارے میں سورۂ مائدہ کی یہ جو تیسری آیت کا ٹکڑا آپ نے لکھا ہے اس کے ابتدائی کلمات بھی لکھ دیئے ہوتے تو بات خود ہی واضح ہوجاتی کہ یہ آیت کس موقعے پر اور کن حالات میں نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمایئے آیت میں یوں ہے:

"اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِینَ کَفَرُوْ من دینکم فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔" الخ الایة

(ترجمہ) آج کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہوگئے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم

پر اپنی نعمت پوری فرمادی۔
حجۃ الوداع کے موقعے پر جب عرفات کے میدان میں حضور خطبہ دے رہے تھے ایک لاکھ سے زیادہ اہل عرب مسلمان آپ کا خطبہ سن رہے تھے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی خانہ کعبہ پر اسلامی جھنڈا لہرا چکا تھا۔ مکہ فتح ہو گیا تھا عرب کے بڑے حصے پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی کافر جو یہ سمجھتے تھے کہ ہم طاقت وقوت کے ذریعے اسلام کو مٹالیں گے اور اس دین کو نہیں پھیلنے دیں گے ان کی امیدیں ٹوٹ چکی تھیں اور وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ اب اسلام ہمارے بس کا نہیں ہے تب یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا۔
کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے تو اب تم ان سے بالکل نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔
ساری اہلحدیث جماعت کے سارے مولویوں کے بس کی بات ہو تو وہ دکھائیں کہ اس آیت کی تفسیر میں کسی صحابی سے یہ منقول ہو یا کسی مفسر نے یہ لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مکمل ہو گیا۔ اب تقلید مت کرنا نہ کوئی کسی سے کچھ پوچھے ہر شخص خود ہی قرآن وحدیث سے مسائل نکالا کرے۔

سوال: ہم نے سنا ہے کہ چاروں امام تقلید کو حرام فرماتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے ساتھ آپ کو یہ بھی لکھنا چاہئے تھا کہ چاروں اماموں نے تقلید کو حرام کونسی کتاب کے کس صفحے پر لکھا ہے صحیح بات ہے کہ آپ کو سوال کرنے کا ڈھنگ نہیں ہے یہ کوئی بات ہے کہ ہم نے سنا ہے گویا آپ کا کسی بات کو سن لینا سند کے لئے کافی ہے کہ کیا آپ تک رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے:

"کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِباً اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ"

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔(یعنی جو ہر سنی ہوئی بات بیان کرے وہ جھوٹا ہے)

(صحیح مسلم، جلد اوّل، ص ۸، مشکوۃ شریف، باب الاعتصام، فصل اوّل، ص ۲۸)

سوال :شامی میں لکھا ہے کہ چاروں ائمہ کرام نے اپنا مذہب قرآن حدیث بتایا ہے لہٰذا قرآن کریم اور حدیث کی تابعداری کیوں نہ کی جائے۔

جواب :بے شک ائمہ کرام نے یہ فرمایا ہے لیکن اس سے ہماری بات اور مضبوط ہوگئی کہ جن کا مذہب قرآن وحدیث ہو ان کی تقلید بھی یقیناً قرآن حدیث کی تابعداری ہوگی جدھر گاڑی کا انجن جائے گا تو ڈبے بھی وہیں جائیں گے۔

سوال :اجماع کی تعریف کیا ہے اور اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے تقلید شخصی پر اجماع کب ہوا اور کن لوگوں کا؟

جواب :امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے صالح مجتہدین کا کسی ایک زمانے میں کسی امر قولی یا فعلی پر اتفاق اجماع کہلاتا ہے جب سے تقلید کی ضرورت محسوس کی گئی یعنی تبع تابعین کے دور سے آج تک تقلید شخصی پر امت کا اجماع رہا ہے تقلید کے مخالف کبھی کبھی اور کہیں کہیں دیکھنے میں آئے ہیں جیسا کہ عظیم محدث وفقیہ امام طحطاوی نے درمختار کی شرح میں اس کی وضاحت کی ہے۔

هذه الطائفة الناجية المسماة باهل السنّة والجماعة قد اجتمعت اليوم فى المذاهب الاربعة

هُمُ الحنفيون و المالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة فی هذا الزمان فهومن اهل البدعة والنار۔

یعنی وہ ناجی گروہ جس کو اہلسنت وجماعت کہا جاتا ہے وہ چار مذاہب یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں منحصر ہو گیا ہے اور فی زمانہ جو ان چاروں کے علاوہ ہیں وہ اہل بدعت اور ناری ہیں۔

(طحطاوی علی الدر المختار، جلد ۴، ص ۱۵۳)

اور جماعت اہلحدیث کے ممدوح ومسلم بزرگ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جو امام الطائفہ اسماعیل صاحب دہلوی کے دادا بھی ہیں وہ فرماتے ہیں:

وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لايعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان ذلك هوالواجب فی ذلك الزمان۔

اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں کسی ایک مجتہد کے مذہب کو اختیار کرنا رائج ہو گیا اور کم ہی کوئی ایسا بچا جو کسی ایک مجتہد کا مقلد نہ ہو گیا اور اس دور میں ایسا ہی کرنا واجب ٹھہرا۔ (الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مطبوعہ مکتبہ ایشیق، صفحہ ۱۹)

کہئے شاہ ولی اللہ صاحب کے فرمان کے مطابق تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک سے صرف دو سو سال کا فاصلہ ہو جانے پر لوگوں کے لئے کسی ایک امام ومجتہد کی تقلید اور اس کے مذہب کو اختیار کرنا واجب ہو گیا تھا اور آپ آج چودہ سو سال کے بعد بھی براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کرنے کے دعویدار ہیں اور شاہ صاحب کے

فرمان کو پیش نظر رکھ کر یہ بھی بتایئے کیا دو سو ہجری کے بعد ساری امت گمراہ ہو گئی تھی؟ معاذ اللہ رب العالمین۔

یہی شاہ صاحب اسی کتاب میں تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سِرٌّ الهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم عليه۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مجتہدین میں سے کسی ایک کے مذہب کو اختیار کر لینا ایک راز ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں ڈالا اور انہیں اس پر جمع کر دیا۔

الحاصل جب صرف دوسری صدی کے بعد ہی امت مسلمہ کو قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے اوران پر صحیح معنی میں عمل پیرا ہونے کے لئے امام معین کی ضرورت پڑنے لگی تھی تو آج ہم لوگ بھی خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کو سمجھنے کے لئے اگر مقلد ہیں تو یہ کچھ بھی جائے حیرت نہیں۔

خود حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لایجمعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضلالَةٍ وَیَدُ اللّٰهِ عَلَی الجماعة وَمَنْ شذَّ شَذَّ فی النار۔ (رواه الترمذی، مشکوٰة، ص۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنّة)

ترجمہ: اللہ رب العزت میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا اور جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہے۔ اور جو الگ رہے گا وہ بروز قیامت بھی سب سے الگ کر کے جہنم میں جھونکا جائے گا۔

اس حدیث کو پڑھ کر اہلحدیث حضرات کو جلد دامن تقلید تھام لینا چاہئے کیونکہ جہنم سے بچنے کی فکر کرنا بہت ضروری ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج ساری امت کسی نہ کسی امام کی مقلد ہے۔ خواہ وہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں یا امام شافعی و مالک و ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تقلید کے مخالفین دنیا میں انگلیوں پر گننے کے لائق ہیں اور حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

مخالفین تقلید کی قلت تعداد کا اندازہ ناظرین اس سے لگائیں کہ ابھی حال میں جب ان لوگوں نے ازراہ تخریب کاری ایک اخبار میں یہ شائع کر دیا کہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ طلاق دینا برابر ہے۔ تو ہندوستان بھر کے تقریباً ہر مکتبہ فکر والوں نے اس کی مذمت کی۔ اور ان بچاروں کی آواز نقار خانوں میں طوطی کی آواز کی حیثیت بھی اختیار نہ کر سکی۔ البتہ بی جے پی، اور آر ایس ایس کے لیڈر بہت خوش ہوئے کہ مسلمانوں میں بھی کچھ ہمارے مثل بشر موجود ہیں۔

سوال: چاروں مذکورہ اماموں میں فلاں ایک کے مسائل سچے ہیں اس کا علم مقلد کو کیسے ہوا؟

جواب: چاروں کے مسائل سچے اور حق ہیں کسی ایک امام کے مذہب کو اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے کی راہ غلط و باطل ہے اور چونکہ یہ اختلاف اپنے اپنے طریقہ اجتہاد سے پیدا ہوتا ہے اور اجتہادی اختلاف میں دونوں کا درست ہونا اور سب کو اچھا بتانا خود حدیث شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ملاحظہ فرمائیے۔

جنگ خندق سے واپسی پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی قبیلے بنو قریظہ پر جب حملے کا ارادہ فرمایا تو جانثاروں کو حکم فرمایا کہ بنو قریظہ پر حملہ کرنا ہے ہر شخص عصر کی نماز وہیں چل کر پڑھے راستے میں عصر کا وقت ہو گیا تو جانثار دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے کچھ کا خیال تھا کہ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خواہ وقت نکل جائے مگر نماز راستے میں نہ پڑھ کر بنو قریظہ ہی میں پڑھی جائے لہٰذا ان لوگوں نے وقت نکلنے اور سورج غروب ہونے کے خوف سے نماز راستے ہی میں پڑھ لی اور کچھ اصحاب نے فرمایا کہ جب سرکار کا حکم ہے کہ نماز عصر وہیں چل کر پڑھی جائے ہم راستے میں نہیں پڑھیں گے خواہ وقت نکل جائے۔ یعنی ایک جماعت نے ظاہر لفظ پر عمل کیا اور دوسری نے معنیٰ کی گہرائی پر نظر کی۔ سرکار سے جب اس امر کا ذکر کیا گیا تو ہر دو جماعتوں کو پسند فرمایا۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ اِبْنِ عُمَر قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَایُصَلِّیَنَّ اَحَدُ نِ الْعَصْرِ اِلَّافِی بَنِی قُرَیْظَۃَ فَادْرَکَ بَعْضَھُمُ الْعَصْرُ فِیْ الطَّرِیْقِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَانُصَلِّی حَتّٰی نَاتِیُھَا وَقَالَ بَعْضُھُمْ بَلْ نُصَلِّی لَمْ یُرِدُ مِنَّاذٰلِکَ فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُعَنِّفْ اَحَدًامِّنْھُمْ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے واپس تشریف لائے تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ ہر شخص نمازِ عصر بنو قریظہ میں چل کر پڑھے۔ تو کچھ

حضرات کو وقت عصر راستے میں ہی ہو گیا تو ان میں بعض نے فرمایا کہ ہم نماز عصر حضور کے فرمان کے مطابق بنو قریظہ کی بستی میں پہنچنے کے بعد ہی پڑھیں گے اور بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا (خواہ وقت جاتا رہے مگر نماز عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھی جائے) بلکہ ہم لوگ نماز راستے ہی میں ادا کریں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب یہ بات حضور کے سامنے لائی گئی تو آپ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو ناپسند نہیں فرمایا۔ یعنی دونوں کو صحیح بتایا۔

(بخاری شریف، ج۱، ص۱۲۹، باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب)

بخاری کے اسی صفحے پر حاشیئے میں ہے:

صلوا فی بنی قُریظة، مع ترك الوقت

یعنی ان لوگوں نے نماز عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھی حالانکہ وقت عصر جاتا رہا تھا۔

جب ایک گروہ وقت کے اندر راستے میں اور دوسرا گروہ وقت گزرنے یعنی سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھ کر دونوں سرکار کی نظر میں اختلاف آراء وطریقہ کار کے باوجود محبوب و پسندیدہ ہو سکتے ہیں تو حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی بھی مسائل فرعیہ میں اختلاف کے باوجود محبوب و مقبول ہو سکتے ہیں۔ اور جو پانچویں راہ اختیار کرے یعنی ان چاروں پر اعتراض کرے وہ یقیناً مردود و مقہور ہے کیونکہ وہ انہیں برا کہہ رہا ہے اور صحابہ کرام نے ایک دوسرے کو برا نہ کہا تھا اور آپس میں اختلاف کے باوجود کسی کی مذمت نہ کی تھی نہ طعن و تشنیع جیسے کہ اہلحدیث گروہ مقلدین کے پیچھے پڑ گیا ہے۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دو حضرات سفر پر تشریف لے گئے راستے میں ایک جگہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کی۔ آگے بڑھے تو پانی مل گیا وقت باقی تھا ایک صاحب نے وضو کر کے نماز دہرائی دوسرے صاحب نے نہیں دہرائی واپسی میں دونوں نے قصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کو صحیح فرمایا کسی کو غلط نہ بتایا اور فرمایا:

"کہ جس نے نماز نہیں دہرائی اس نے سنت کے مطابق کام کیا اور جس نے دہرائی اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف، باب التیمم فصل ثانی، ص ۵۵)

چونکہ چاروں مذاہب مقبول بارگاہ ہیں۔ لہٰذا جس کسی پر عمل کیا جائے وہ حق ودرست ہوگا جیسے ایک سمندر سے چار نہریں نکالی جائیں تو ہر نہر سے پینے والا سمندر کا ہی پانی پیئے گا یہ چاروں مذاہب قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہوگی۔

اس بات کو سمجھانے کے لئے میں ایک اور مثال لکھتا ہوں:

"ایک شاہی محل تک پہنچنے کے لئے علیحدہ علیحدہ چار راستے ہیں ایک پچھم سے دوسرا پورب سے تیسرا اُتر سے اور چوتھا دکھن سے اور بادشاہ کے دربار تک جانے میں پبلک میں سے کوئی کسی اور کوئی کسی راستے سے گیا ہر ایک گروہ نے الگ الگ راستہ اپنایا ظاہر ہے کہ سب بادشاہ تک پہنچ جائیں گے لیکن کچھ سرپھرے کہنے لگے کہ ہم صرف ایک راستے سے کیوں جائیں جب چاروں صحیح ہیں تو چاروں سے جائیں گے تھوڑی دیر ایک پر چلے

اسے چھوڑ پھر دوسرا پکڑا پھر لوٹے اور تیسرے پر پھر چوتھے پر، یونہی کبھی کوئی کبھی کوئی راستہ اپنایا ظاہر ہے کہ یہ بادشاہ تک کبھی نہ پہنچیں گے۔ (تیلی کے بیل کو گھر ہی کوس پچاس)

حضور نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی کافی اختلاف رہا ہے ان میں بھی کسی ایک کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور چلئے ہم سے آپ نے یہ فرمایا کہ کس کے مسائل سچے ہیں یہ علم مقلد کو کیسے ہوگا؟ لیکن جہاں احادیث میں اختلاف ہے وہاں آپ یہ کیسے جانیں گے کہ کونسی حدیث قابل عمل ہے اور کون نہیں یا کسی محدث یا عالم کی مانیں گے تو اس کے مقلد آپ ہو جائیں گے یا نہیں؟ یا حضور انور نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات خود آپ کو بتانے آئیں گے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں ضعیف ہے اور بالفرض حضور تشریف لے آئے تو یہ بعد وصال تصرف ہوگا۔ جو آپ کے مذہب کے قطعاً منافی ہے۔ کیونکہ آپ کے مولوی اسماعیل صاحب دہلوی تو حضور کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھ چکے ہیں معاذ اللہ۔

اس سلسلے میں ایک صاف اور واضح حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں: عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول سئلت ربى عن اختلاف اصحابى من بعدى فاوحى الىّ يا محمد ان اصحابك عندى بمنزلة النجوم فى السماء بعضها اقوى من بعد و لكل نور فمن

اخذ بشیٔ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی

حضرت عمر ابن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے صحابہ کے درمیان آپسی اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتایا کہ آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مثل ہیں ان میں کچھ تارے دوسرے تاروں سے زیادہ قوت والے ہیں لیکن نور سب میں ہے تو ان میں اختلاف کی صورت میں کوئی شخص ان میں سے کسی کا بھی پیروکار ہوگا وہ میرے نزدیک ہدایت اور صحیح راستے پر ہے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ فصل ۳، ص ۵۵۴)

اس حدیث سے خوب واضح ہو گیا اچھے سچے حق پسند بزرگوں میں اگر اختلاف ہو جائے تو ان میں سے کسی بھی ایک کا پیروکار حق پر ہے اور نیت اچھی ہو دل میں خلوص ہو تو فروعی اختلاف کے بعد بھی کئی گروہ حق پر ہو سکتے ہیں۔

اور احادیث میں بھی اختلاف کافی ہے۔ مثلاً مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۱۵۷ "باب الوضوء من مامست النار" میں حضرت زید بن ثابت انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے "تَوَضَّؤُ مِنْ مَا مَسَّتْ النَّارِ" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کو کھا کر وضو کرو۔ مسلم شریف کے اسی صفحے پر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ وضو کر رہے اور فرما رہے ہیں کہ میں نے پنیر کھایا ہے اس لئے وضو کر رہا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " پکی

ہوئی چیزیں کھا کر وضو کرو۔

اور بخاری شریف باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّاءْ مِنْ لَحْمِ الشَّاة صفحہ ۳۴ پر ایک حدیث ہے: عن عبدِ اللّٰهِ ابن عباس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاء۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کے شانے کا گوشت تناول فرمایا اور نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا نیز بخاری شریف کے اسی صفحے پر ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے گوشت کھانے کے بعد وضو فرمایا۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہے کہ ایک حدیث کے بموجب پکی ہوئی چیزوں کو کھانا ناقض وضو ہے اور دوسری سے نہیں۔ اب پتہ نہیں کہ آپ اہل حدیث کیسے بنیں گے؟ مقلد تو اس لئے نہیں بنے کہ چاروں مذاہب کے مسائل میں اختلاف ہے اب یہ احادیث کا اختلاف آپ کو اہلحدیث بھی تو نہیں بننے دے گا۔

ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف صفحہ ۲۷ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: تَوَضَّا رَسُوْلُ اللّٰه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مَرَّةً مَرَّةً یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضاء وضو کو صرف ایک بار دھویا اور اسی صفحے پر حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضائے وضو کو دو دو بار دھویا اور صفحہ ۲۸ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین تین بار دھونے کی روایت ہے۔ یہاں بتائیے کہ آپ تینوں میں سے کس کو مانیں گے اور حدیث کے علاوہ کسی اور کی مدد لئے بغیر مطابقت کیسے

کریں گے؟

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱ باب "مایوجب الوضوء" میں ایک حدیث ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کانَ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقبّل بَعْضَ اَزْوَاجِه ثُمَّ یُصَلِّیْ وَلَایَتَوَضَّاءُ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیوی کا بوسہ لیتے اور بغیر وضو کئے نماز ادا فرمالیتے۔ اور اسی صفحہ ۴۱ پر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ایک ہی مفہوم کی تین احادیث مروی ہیں: واللفظ لابن عمر من قبّل امرأته ومَسّها بیده فعلیه الوضوء یعنی جس نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا ہاتھ سے چھوا تو اس پر وضو کرنا لازم ہے۔ مزید دیکھتے چلئے! مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱ پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذامسَّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَهٗ فَلْیَتَوَضَّاء" یعنی جو شخص عضو تناسل کو چھوئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے اور اسی سے متصل دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا عضو تناسل کو چھونے کے بعد وضو کرنا ہوگا تو فرمایا: "هَلْ هُوَ الا بضعة منك" یعنی وہ تمہارے جسم کے اور حصوں کی طرح ایک حصہ ہے یعنی اور حصوں کو چھونے سے وضو نہیں جاتا ایسے ہی اس کو چھونے سے بھی۔

علاوہ ازیں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲ پر امیر المؤمنین حضرت عمر ابن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْوَضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ" یعنی اگر جسم سے خون نکل کر بہ جائے تو وضو کرنا ہوگا اور بخاری شریف صفحہ ۲۹ باب من لم یر الوضوء الامن

المخرجین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "اِنَّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کَانَ فِی غَزوۃِ ذات الرّقاع فَرُمیَ رَجُلٌ بِسَھُم فَنَزَفَہُ الدّم فَرَفَعَ وَسَجَدَ وَمَضیٰ فِی صَلوٰتِہ۔ یعنی غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک صاحب کے بحالت نماز تیر لگا۔ اور کثرت سے خون نکلا لیکن وہ نماز پڑھتے رہے۔

صرف وضو کے بیان سے متعلق تین چار صفحات کی ہم نے آپ کو اس قدر مختلف احادیث دکھائیں۔ اگر ہزاروں ہزار صفحات پر مشتمل پوری بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ وغیرہا سے چھانٹ کر احادیث مختلفہ تحریر کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

اگر کسی حاجی نے حج یا عمرے کا احرام باندھ لیا ہو اس کے لئے جنگلی جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن اگر کوئی شخص شکار کرے جس نے احرام نہ باندھا ہو تو اس کے گوشت کو مُحرِم یعنی احرام والا کھا سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں دونوں طرح کی حدیثیں ہیں بخاری و مسلم ہی میں دونوں طرح کی اختلافی حدیثیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں یہ دیکھئے صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۷۹ باب تحریم الصید الماکول البری

صحابی رسول حضرت صعب بن جثّامہ سے مروی حدیث میں ہے کہ انھوں نے جنگلی جانور کا شکار کر کے اس کا گوشت حضور کو پیش کیا حضور نے منع فرما دیا اور نہ لیا اور فرمایا:

اِنّا لم نَرُدّہ علیك اِلا آنا حُرُم

ہم نے اس لئے لوٹا دیا کہ ہم احرام میں ہیں

ایک حدیث میں ہے حضور نے فرمایا: "لولا انا محرمون لقبلنا منك" اگر ہم نے احرام نہ باندھا ہوتا تو قبول کر لیتے حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت زید ابن ارقم سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ حضور نے فرمایا: "انا لا ناکله انا محرم" ہم اس کو نہیں کھا سکتے ہیں ہم حالت احرام میں ہیں۔ اور اسی صحیح مسلم میں تھوڑا آگے اسی باب میں ص ۳۸۰ پر حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حالت سفر میں شکار کیا ان کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ جو محرم تھے انھوں نے وہ گوشت نہیں کھایا آگے بڑھے تو حضور سے ملاقات ہوئی آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "هو حلال فکلوه" وہ تمہارے لئے حلال اسے کھاؤ اس کے بعد دوسری روایت میں ہے: "انما هی طعمة اطعمکموها الله" یہ ایک غذا ہے جو خدائے تعالیٰ نے تمثیل کھلائی۔ اور ایک روایت میں ہے حضور نے فرمایا: "هل معکم من لحمة شیٔ" کیا تمہارے پاس اُس میں کا کچھ گوشت ہے۔ یعنی حضور نے خود اپنے لئے بھی طلب فرمایا اور کھایا حالانکہ آپ مُحرِم تھے۔ کہئے اب کیسے بنیں گے آپ اہل حدیث اور ان احادیث میں جن بزرگوں نے تطبیق کی صورت نکالی ہیں یا ناسخ ومنسوخ یا مقبول ومتروک کی وضاحت کی ہے۔ ان کی تو آپ مانیں گے نہیں۔ خواہ وہ امام ابوحنیفہ ہوں یا شافعی ومالک وابن حنبل یا بخاری، مسلم، ترمذی، یا ابن تیمیہ اور ابن قیم وابن جوزی۔ کیونکہ جس کی مانی اسی کے آپ مقلد ہو جائیں گے اور قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور کی اتباع ہو جائے گی۔ مگر ہمارے لئے تو معاملہ آسان ہے کہ ہم تو احادیث

میں تعارض کے وقت ان احادیث پر عمل کر لیتے ہیں۔ جن کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ درست جانتے ہوئے قابل عمل ٹھہرایا ہے کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے زمانہ سے نہایت قریب ہونے کی بنا پر ہم سے کہیں زیادہ احادیث کو جانتے تھے۔

اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ تقلید صرف ان احکام وفروعی مسائل میں کی جاتی ہے۔ جو قرآن وحدیث سے استنباط کر کے نکالے جائیں۔ رہے عقائد دینیہ اور وہ احکام ومسائل جو صراحتاً صاف طور پر قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اُن میں ہم بھی کسی امام کی تقلید نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث ہی سے سند لاتے ہیں۔ جیسے توحید ورسالت سے متعلق عقیدہ یا نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ کی فرضیت، شراب وخنزیر کی حرمت نماز کی رکعتیں وغیرہا اس قسم کے مسائل میں ہم بھی کسی امام کے مقلد نہیں ہیں البتہ وہ مسائل جو صراحتاً قرآن وحدیث میں نہ ہوں یا ہوں۔ تو ان سے متعلق احادیث مختلف آئی ہوں تو ان میں سوائے تقلید کے چارۂ کار نہیں۔

احادیث میں جو ہم نے ابھی اختلاف ذکر کیا ہے اس سے ہمارے مسلمان بھائی پریشان ہرگز نہ ہوں کہ آخر ایسا ہوا کیوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس طرح حکیم وڈاکٹر مریض کی حالت کے اعتبار سے دوا اور نسخے بدلتے رہتے ہیں اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی احکام صادر فرمائے اور چونکہ آپ قانون ساز تھے آپ جو فرما دیتے تھے اُسے جب چاہتے باذن الٰہی بدل دیتے تھے۔ اور یہ اختیارات آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرم سے عطا فرما دیئے تھے۔

جیسے ابتدائے اسلام میں بجائے خانہ کعبہ کے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی اب اگر بالفرض کوئی شخص اس حال میں حضور کو نماز پڑھتا دیکھ کر اسی زمانے میں کسی دوسرے ملک میں چلا جائے تو وہ یہی بتائے گا کہ نماز میں قبلہ بیت المقدس ہے لیکن اس کے متعلق تو قرآن کی آیت نازل ہوگئی۔ لہٰذا یہ نسخ عوام وخواص تک پہنچ گیا۔ لیکن اس کے علاوہ صدہا امور ایسے ہیں کہ صحابہ میں سے جس نے جو سنا اور حضور کو جیسے کرتے دیکھا وہی لوگوں کو بتادیا۔ اس لئے احادیث میں اختلاف واقع ہوا۔ اب یہ چھانٹ پھٹک کرنا کہ حضور نے کونسی بات کس موقع پر فرمائی اور پھر اس کی جگہ پر دوسرا حکم کب ارشاد فرمایا۔ کونسی آیت کس موقع پر نازل ہوئی یہ سب ہمارے آپ کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا اس قسم کے اُمور میں ائمہ کرام کی تقلید کی جاتی ہے اور اس معاملہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ تلاش کیا جائے کہ چاروں میں کون حق پر ہے بلکہ چاروں علی الحق اور مقبول بارگاہ ہیں۔ ان میں سے کسی بھی ایک کی تقلید کی جاسکتی ہے۔ جیسے حضرت مولائے کائنات علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں باآں جنگ وجدال، قتل وغارت گری اور خونریزی دونوں ہی حضرات کا احترام کیا جاتا ہے۔ کسی کو بھی برا بھلا نہیں کہا جاتا۔ نہ کسی پر طعن جائز ہے۔

اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ چاروں پر عمل کیا جائے ورنہ لوگ جس مسئلے میں جدھر آسانی دیکھیں گے اسی پر عمل کریں گے اور آرام طلبی عیش پرستی مذہب بن جائے گا۔

جیسے امام شافعی کے یہاں جب تک جان کا خطرہ نہ ہو۔ تیمم کی اجازت

نہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو کرنے سے بیماری بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا خطرہ ہو تب بھی تیمم کی اجازت ہے۔ لہٰذا اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ مسئلے پر آسانی کے پیش نظر عمل کیا جائے اور جسم سے خون نکل کر بہہ جائے تو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو باقی رہتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اس مسئلے میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی تقلید کی جائے وعلی ھذا القیاس۔

غرض کہ جدھر آرام وہی ہمارا مذہب اور اسلام، خواہشات نفس کی پیروی بن کر رہ جائے گا۔ اس آرام طلبی سے بچانے کے لئے فقہاء نے حکم دیا جو جس کا مقلد ہے وہ جملہ مسائل فرعیہ میں اسی کی تقلید کرے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی جنگل یا کسی بھی نئی جگہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ قبلہ کدھر ہے اور کوئی بتانے والا بھی نہ ہو تو اس کے لئے حکم ہے کہ دماغ پر زور دے جدھر زیادہ جھکاؤ ہو اسی جانب منہ کر کے نماز پڑھ لے نماز درست ہو جائے گی۔ خواہ غلط رُخ پر ہو ایسے ہی مجتہد ایسے مسئلے میں جو قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہ ہو یا احادیث متعارض ہوں غور وخوض کر کے قوتِ اجتہاد سے ایک رائے متعین کرے گا اس میں اگر وہ غلطی پر ہو تو بھی درست مانا جائے گا اور مقلد کے لئے اس کی تقلید لازم ہوگی۔ اور جو مجتہد نہیں وہ چاروں اماموں میں سے جس کی تقلید کرے حق پر ہوگا جیسا کہ خود خداوند کریم نے قرآن مجید میں فرمایا: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا الآیۃ اللہ تبارک تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

سوال :فقہ کی موجودہ کتابوں میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں سننے سے قے آنے لگے کیا یہ مسائل بھی فی الواقع ابوحنیفہ کے ہیں؟

جواب: آپ کا سوال ادھورا ہے آپ کو وہ مسائل ذکر کرنا چاہئے تھے جنہیں پڑھنے یا سننے سے آپ کو قے آنے لگتی ہے اور اگر کسی کو قے میں مبتلا دکھادیں تو آپ کی بات اور مضبوط ہو جائے گی۔ ورنہ ڈرو اس دن سے کہ جس دن حقیقت بے نقاب ہوگی اور غلط بیانی کی سزا ملے گی۔ اور آپ کو قے آ بھی گئی ہو تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے حق کے سامنے باطل کو تو قے آہی جاتی ہے۔ اور ذرا لکھئے تو کچھ پھر ہم بھی سنائیں گے آپ کو آپ کے گھر کی کہانی۔

سوال :ذرا مہربانی کر کے یہ بتائیے کہ فقہ کی موجودہ کتابوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی ہے جسے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود لکھا ہو۔

جواب :انہوں نے خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں سے لکھوائیں ان کے شاگردوں کی تصانیف سے ان کا مذہب ظاہر ہے آپ کی بھی نہایت مہربانی ہوگی اگر یہ بتادیں کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں کوئی ایک بھی ایسی ہے جس کو پیغمبر اسلام نے خود لکھا ہو یا کم از کم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عمر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لکھی ہوئی حدیث کی کوئی مشہور کتاب اس زمانے میں دکھادیں۔

سوال: چاروں امام افضل ہیں یا چاروں خلیفہ؟ جب چاروں اماموں کی تقلید فرض ہے تو چاروں خلفاء کی ڈبل فرض کیوں نہ ہو اور چاروں خلفاء کی تقلید سے کس نے منع کیا؟

جواب: چاروں ائمہ کرام نے جو کچھ فرمایا وہ سب خلفاء کرام ودیگر صحابہ کرام کے اقوال وافعال کی روشنی میں فرمایا ہے۔ آپ بتایئے کہ مولوی ابن تیمیہ ابن قیم، اسماعیل دہلوی، قاضی شوکانی، ثناء اللہ امرتسری، میاں نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، عبدالسلام بستوی، صفی الرحمٰن مبارکپوری، کیا صحابہ کرام سے افضل ہیں کہ صحابہ کرام کے اقوال ہوتے ہوئے ان کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں اوران پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ اور چاروں خلفاء میں سے کسی ایک سے مروی، منقول اس زمانے میں تمام احکام وابواب پر مشتمل کوئی کتاب بھی دکھائیں۔

سوال: اگر چاروں امام قرآن وحدیث سے مسائل لیتے رہے تو ہمیں قرآن اور حدیث سے مسائل لینے میں غیر مقلد بن جانے کا خوف کیوں ہو؟

جواب: چلئے کم ازکم آپ نے یہ اقرار کیا کہ چاروں امام قرآن وحدیث سے مسائل لیتے رہے، ہم خدائے تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسے اماموں کا مقلد بنادیا ہے کہ جو مسائل قرآن وحدیث سے لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث سے مسائل لینے والوں کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہوگی اور آپ کا دعویٰ اجتہاد چھوٹا منہ بڑی بات ہے لگتا ہے کہ کل کو آپ یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام الٰہی وحی کے ذریعہ حاصل کرتے تھے تو ہمیں بھی وحی کے ذریعہ مسائل حاصل کرنے میں کوئی خوف کیوں ہو۔ آپ کی اس قسم کی باتوں نے فرقۂ اہل قرآن کو جنم دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت نہیں اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث ہمیں کافی ہے لیکن ہم کہتے ہیں قرآن کی بھی ضرورت ہے اور حدیث کی بھی اور قرآن وحدیث

پر عمل کرنے کے لئے فقہ و تفسیر اور ائمہ کی تقلید کی بھی ضرورت ہے۔
آپ کا یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی بیمار یہ کہنے لگے کہ میں ڈاکٹر کے پاس کیوں جاؤں میرے لئے ڈاکٹری کی کتابیں اور میڈیکل اسٹور بہت کافی ہیں اور خطرناک بیماریوں کا علاج کتابوں اور دواخانوں سے کرنے لگے۔ بس یوں ہی سمجھ لیجئے کہ جس طرح میڈیکل اسٹورس میں دوائیں ہیں لیکن وہ سب کے لئے نہیں بلکہ ان سے فائدہ پہنچانا ڈاکٹروں کا کام ہے۔ یوں ہی قرآن وحدیث میں مسائل ہیں لیکن ان کو پانا مجتہدین کا کام ہے۔

سوال: خانہ کعبہ میں چار مصلیٰ کب بچھائے گئے۔ سنا ہے کہ یہ ساتویں صدی کی بدعت ہے؟

جواب: ہم بتا چکے ہیں کہ دینی ضرورت اور اہل اسلام کی سہولت کے پیش نظر اگر کوئی کام کیا جائے تو وہ بدعت سیئہ نہیں ہوتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح جماعت کے ساتھ روزانہ اپنے دور میں پڑھوائی اور فرمایا: "نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" یہ اچھی بدعت ہے۔ یعنی یہ نیا کام اچھا ہے۔ (بخاری شریف باب قیام رمضان، صفحہ ۲۶۹)
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے جانشینوں نے مسلمانوں کی سہولت کے پیش نظر ساتویں صدی میں چار مصلیٰ قائم کردیئے تھے آپ بتایئے کہ جس زمانہ میں یہ چار مصلیٰ قائم کئے گئے تھے۔ اس زمانے میں جب کہ دنیا کے اندر لاکھوں جید علماء کرام موجود تھے کیا کسی نے اس کی مخالفت کی؟ اور جن مشہور علماء نے مخالفت کی ان کے نام کیا ہیں؟
اور اگر آپ یہ نام نہ شمار کرا سکے تو اس پر امت کا اجماع ثابت ہوجائے گا

اور حدیث ہم نقل کر چکے کہ سرکار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی۔

یہاں ہم صحیح بخاری کی ایک ایسی حدیث نقل کر دیں کہ جس کو پڑھ کر یا تو منکرین تقلید ہوش میں آجائیں گے اور وہ ہر نئے کام خواہ وہ امت کے لئے کتنا ہی ضروری اور کیسا ہی کار خیر ہو اس کو بدعت بدعت کی رٹ لگا کر برا کہنا چھوڑ دیں گے یا پھر اس حدیث مبارکہ کو پڑھ کر ان کی پوری جماعت پر سناٹا چھا جائے گا۔ ہوش اڑ جائیں گے۔ آنکھیں پھٹ جائیں گی اور انہیں دن میں تارے نظر آجائیں گے یہ ایک ایسی حدیث ہے جس میں غیر مقلدیت اور وہابیت کے تقریباً سارے قلعے ڈھا دیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ زَيْد بِنْ ثَابِتْ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَة فَاِذَا عُمَرَبْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِیْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّيَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرآن وَاِنِّیْ اَخْشِیْ اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْمَوَاطِنِ بِالْقُرَّاءِ فَيَذْهَب كَثِيْرٌ مِنَ الْقُرآنِ وَاِنِّیْ اَرٰیْ اَنْ تَامُر لِجَمْعِ الْقُرآنِ قُلْتُ لِعُمَرِكَيْفَ تَفْعَلُ شَياً لَمْ يَفْعَلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عُمَرُوْ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرَ يُرَاجِعُنِیْ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِیْ لِذٰلِكَ۔ الخ۔ (الحديث)

ترجمہ: صحابی رسول حضرت زید ابن ثابت سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے موقعے پر مجھ کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق نے بلایا میں

حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کے پاس حضرت عمر بھی تشریف فرما ہیں حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ یہ جناب عمر میرے پاس آئے اور بولے کہ یمامۃ کے دن قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر اور جنگوں میں اسی طرح قرآن کے قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دے دیں میں نے (ابوبکر نے) عمر سے کہا کہ تم وہ کام کیسے کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا تو انہوں نے یعنی حضرت عمر نے کہا۔ لیکن اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے عمر بار بار یہ کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے حضرت عمر کی رائے میں مصلحت دیکھی۔ راوی حدیث جناب زید کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ تم ایک جوان اور عقلمند آدمی ہو ہمیں تم پر اعتماد ہے۔ اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھتے رہے ہو۔ لہٰذا تم ہی قرآن کو تلاش کرو۔

جناب زید فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ہٹانے کا حکم دیتے وہ بھی مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جتنا کہ قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا میں نے کہا کہ آپ لوگ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا اس پر حضرت ابوبکر نے کہا وہ کام خدا کی قسم بہت اچھا ہے پھر جناب ابوبکر بار بار مجھ سے یہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا۔ جس کے لئے جناب ابوبکر و عمر کا سینہ کھولا۔ پھر میں نے قرآن کی تلاش شروع کی اُسے خرمے کی شاخوں پتھروں اور لوگوں کے

سینے سے جمع کرنے لگا۔ حتی کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ حضرت خزیمہ انصاری کے پاس ملا ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ ملا یعنی لقد جاء کم سے ختم سورۃ تک پھر یہ اوراق حضرت ابوبکر کے پاس رہے حتی کہ رب نے انہیں وفات دی۔ پھر تاحین حیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس۔

(بخاری جلد۲، صفحہ ۷۴۵، باب جمع القرآن اور مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۳)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں اجتماعی شکل میں نہ تھا۔ بلکہ کوئی سورۃ وآیت کسی کے پاس اور کوئی سورۂ آیت کسی کے پاس اس طرح متفرق طور پر لوگوں کے پاس محفوظ تھا۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت کو باصرار حکم دے کر جمع قرآن کا کارنامہ انجام دیا اور سبھی حضرات نے یہ باور فرمالیا کہ کام اگر چہ نیا ہے لیکن خیر ہے اچھا ہے لہٰذا اس کا کرنا واجب وضروری ہے۔

اس حدیث کا مطالعہ کرنے کے بعد کئی امور صاف ہو کر ذہن میں آتے ہیں:

(۱) اگر پہلے کے لوگوں نے کوئی کام نہ کیا ہو اور اس میں کوئی دینی اسلامی مصلحت ہو تو بعد والے لوگ اس کو کر سکتے ہیں۔

(۲) ہر نیا کام بدعت وگمراہی نہیں ہوتا جب کہ وہ کار خیر ہو اور اس میں کوئی قومی وملی فائدہ ہو۔

(۳) دینی مدرسے، جلسے، اشاعت کتب، نیاز فاتحہ، میلاد، سلام وقیام وغیرہ اگر چہ قرونِ اولیٰ میں بعینہٖ موجودہ شکل پر نہ پائے جائیں۔ لیکن یہ سب کام اچھے ہیں اور ان سے بہت سے دینی قومی فائدے ہیں لہٰذا یہ سب

جائز و مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہیں۔

(۴) اگر زمانہ صدیقی میں ہر نئے کام کو بدعت بتا کر اس سے باز رہنے والے اور باز رکھنے والے لوگ موجود ہوتے تو قرآن جیسی لازوال اور بے مثال نعمت الٰہیہ سے امت محروم رہ جاتی۔

(۵) معلوم ہوا کہ ہر نئے کام کے بدعت و گمراہی نہ ہونے پر دور صدیقی ہی میں صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا۔ یہاں یہ کہنے کی بھی معترض کو گنجائش نہیں کہ چونکہ یہ کام دور صدیقی کا ہے اور حدیث میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو کیونکہ حضرت صدیق نے حضرت عمر کے اور حضرت زید نے دونوں حضرات کے فرمانے پر یہ نہیں کہا کہ خلافت راشدہ ہے۔ لہٰذا جو ہو گا وہ سنت ہو گا بلکہ یہ فرمایا کہ کام نیا ہے مگر بہتر ہے۔

(٦) ہر بات کے لئے یہ نہیں معلوم کرنا چاہئے کہ اس کے بارے میں وحی کب آئی کیوں کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ رب کریم ان کے لئے اپنے بندوں کے دل کھول دیتا ہے اور انہیں توفیق خیر مرحمت فرماتا ہے۔

جس کتابچے کے سوالوں کے جواب ہم لکھ رہے ہیں کہ تقلید شخصی پر اس کے اکثر اعتراض کا جواب اس حدیث صحیح صریح میں بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہے۔ فللہ الحمد اوّلاً و آخراً۔

سوال :اس تقلید کے بارے میں کچھ اللہ و رسول نے بھی فرمایا کہ نہیں اگر فرمایا ہے تو کیا فرمایا ہے؟

جواب :جی ہاں متعدد مقامات پر قرآن کریم نے ائمہ کرام کی تقلید کا حکم فرمایا: ملاحظہ ہو۔

تقلید کا ثبوت آیات قرآنیہ اور احادیث و تفسیر سے

آیت نمبرا: اهدنا الصراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیهم.
(سورۃ فاتحہ، پارہ نمبرا)

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔
کہئے سیدھے راستے کے بعد یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم سیدھے راستے کو نہیں سمجھ سکو گے۔ ان کے نقش قدم پر چلو جن پر میرا احسان ہے۔ یہ تقلید کی طرف کھلا اشارہ ہے۔
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر خدا نے بے پناہ احسان فرمایا۔ شیخین نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لوکان العلم عند الثریا اور ابونعیم کی روایت میں ہے لوکان معلقاً بالثّریّا لتناوله رجل من ابناء فارس یعنی ایمان یا علم اگر ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو لے آئے گا۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲، ص ۲۹۷، بخاری، جلد ۲، کتاب التفسیر باب قوله وآخرین منهم، ص ۷۲۷، اور الفاظ مسند احمد بن حنبل کے ہیں۔ اور مشکوۃ باب جامع المناقب ص ۵۷۶/ بخاری و مسلم کے حوالے سے حدیث کے الفاظ یہ

ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لوکان العلم بالثریا لنا له رجل من هؤلاء۔

اگر ایمان آسمان کے تارے ثریا پر بھی ہو ان فارسیوں میں سے ایک شخص اُس کو وہاں سے لے آئے گا۔

محدثین، کی ایک جماعت کا خیال اس حدیث میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ فارس النسل تھے اور اہل فارس میں آپ کی مثل کوئی عالم وفقیہ نہ گزرا۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ کی شان مقام ومرتبہ تو یہ ہے کہ حضرت امام شافعی بھی جب ان کے مزار شریف پر حاضری دینے آئے تو وہاں امام صاحب کے مسلک کے مطابق نماز ادا فرمائی۔ بسم اللہ آہستہ پڑھی۔ رفع یدین نہ کیا۔ فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھی۔ (خیرات الحسان للامام، ابن حجر مکی، الانصاف للشاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۲۸)

اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ میں باوجود فروعی مسائل میں اجتہادی اختلاف کے ایک دوسرے سے نفرت نہ تھی بلکہ ادب واحترام کیا کرتے تھے اور بیشک چاروں مسلک حق ہیں۔

آیت نمبر ۲، أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (پارہ نمبر ۵، رکوع نمبر ۵)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی۔

بتایئے کہ یہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد یہ کسی اور کی اطاعت کا حکم قرآن کریم میں کیوں ہے؟

آپ کا وہ قول کہاں گیا کہ ہمیں قرآن و حدیث کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید آپ یہ کہیں کہ حکم والوں سے سلاطین اسلام مراد ہیں۔ تو واضح رہے کہ سلاطین کا مرتبہ اہل علم کے بعد ہے کیوں کہ سلطان بھی علماء سے پوچھ کر ہی فیصلے کرے گا اور ان کے حکم پر اسے بھی چلنا پڑے گا۔ تبھی وہ اسلام کا سلطان کہلائے گا اور سلطان بھی تو خدا اور رسول کے علاوہ ہی ہے یا وہ آپ کا خدا ہے اور رسول۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

آیت نمبر ۳، فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(پارہ ۱۴، رکوع ۱۲، سورۂ نحل آیت ۴۳)

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اس آیت میں علم والوں کی طرف لوگوں کو رغبت دلائی گئی۔ اور ان کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر علم والا ان کے بعد کوئی پیدا نہیں ہوا۔

آیت نمبر ۴، وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔ (پارہ ۲۱، سورۂ لقمان)

ترجمہ: میری طرف رجوع لانے والوں کی اتباع کرو۔

آیت نمبر ۵، فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

(پارہ ۱۱، رکوع ۴، سورۂ توبہ آیت ۱۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں بلکہ بعض تو فقیہ بنیں اور بعض ان کی تقلید کریں۔

آیت نمبر۶، يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ م بِإِمَامِهِمْ۔ (پارہ ۱۵، رکوع ۷)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر روح البیان میں لکھا ہے:

"اَوْ مُقَدَّمٌ فِیْ الدِّین فَیُقَالُ یَا حَنَفِیُّ یَاشَافعی۔"

یعنی یہ امام دینی پیشوا ہے تو قیامت میں کہا جائے گا۔ اے حنفی، اے شافعی۔

آیت نمبر۷، ويتبع غير سبيل المؤمنين نولّه ما تولّى ونُصْلِهٖ جهنم وَسَاۤئَتْ مصيراً (پارہ:۵، رکوع ۱۴، آیت نمبر ۱۱۵، سورہ نساء)

ترجمہ: اور جو مسلمانوں کے خلاف راہ چلے ہم اس کو اس کے رخ پر پھیر دیں گے۔ اور جہنم میں پہنچائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

بتایئے یہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ مؤمنین کے ذکر کی کیا وجہ ہے اور فی زمانہ عام مؤمنین کے خلاف کون چل رہا ہے؟

آیت نمبر۸، یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (پارہ:۱۱، رکوع ۴)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ چاروں امام سچے ہیں۔ لہٰذا جو اُن کے ساتھ ہے ان میں سے کسی کا مقلد ہے وہ صادقین اور سچوں کے ساتھ ہے۔

مسلم شریف جلد اوّل باب بیان اِنَّ الدِّین نصیحة میں حضرت تمیم داری سے مروی ہے:

حدیث(۱): اِنَّ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال الدِّیْنُ النصیحة قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ ولائمةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَتِهِمْ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے اللہ اور اس کے رسول کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اماموں کے لئے اور عام مؤمنین کے لئے۔ (صحیح مسلم، جلد اوّل، ص ۵۴)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں۔

وقدیتناول ذالك علیٰ الائمة الذین هُمْ عُلَمَاءُ الدّین وان من نصیحتهم قبول مارووه وتقلیدهم فی الاحکام۔

یعنی یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علماء دین ہیں اور علماء کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی روایت کردہ احادیث کو قبول کیا جائے اور احکام دینیہ میں ان کی تقلید کی جائے۔

حدیث (۲): تفسیر در منثور فاسئلوا اهل الذکر الایة کی تفسیر میں ایک حدیث حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے:

اِنَّ الرَّجُلَ یُصَلِّی وَیَصُوْمُ وَیَحُجُّ وَیَغْزُوْ وَاِنَّهٗ لَمُنَافِقٌ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِمَاذَا دَخَلَ عَلَیْهِ النِّفَاق قَالَ لِطَعْنِهٖ عَلٰی اِمَامِهٖ وَاِمَامَهٗ مَنْ قَالَ قَالَ اللّٰهُ فِی کِتَابِهٖ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی نماز و روزہ و حج ادا کرنے اور جہاد کرنے کے باوجود منافق ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کیوں فرمایا اپنے امام پر طعنہ زنی کی وجہ سے امام کون ہے۔ فرمایا رب نے فرمایا :فاسئلوا الایة یعنی امام سے مراد اہل علم ہیں۔

حدیث (۳): مشکوٰۃ شریف باب الفرائض، ص ۲۶۴ میں بروایت بخاری ہے

کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں فرمایا کہ لاتسئلوانی مادام ھذا الحبر فیکم۔ یعنی جب تک تم میں ابن مسعود جیسا ذی علم موجود ہے تم مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ تقلید شخصی کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے یہ نہیں کہا کہ صرف قرآن وحدیث دیکھو یہ بھی نہ کہا کہ جس سے چاہو اس سے پوچھو بلکہ فرمایا کہ صرف ابن مسعود سے پوچھو یہی تو تقلید شخصی کا مفہوم ہے۔

حدیث (۴): مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۵ بروایت ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ بیہقی کی حدیث ہے: نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحِفَظَھَا وَوَعَاھَا وَاَدَاھَا فَرُبَّ حَامِلُ فِقْہٍ غَیْرُ فَقِیْہٍ وَرُبَّ حَامِلُ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ۔

یعنی اللہ جلالہٗ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری حدیث اچھی طرح یاد رکھی اور دوسروں تک پہنچائی اور بہت سے لوگ وہ ہیں کہ آیات واحادیث انہیں یاد ہیں۔ لیکن وہ انہیں پوری طرح سمجھتے نہیں۔ اور بہت سے لوگ اپنے سے زیادہ سمجھنے والوں کو پہنچا دیتے ہیں۔

ٹھنڈے دل سے سوچئے اور بتائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی کیا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ احادیث کو یاد کر لینے رٹ لینے اور ان کی گہرائی تک پہنچنے میں بڑا فرق ہے۔ اگر آپ کے دل میں ذرا بھی خوف خدا رہ گیا ہے تو ہماری پیش کردہ اس حدیث کو پڑھ کر آپ ضرور اقرار کریں گے کہ احادیث کو سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور بنا عقل پر زور دیجئے یہ بات بھی واضح ہے کہ جو خود نہیں سمجھ سکتے وہ یقیناً اہل علم فقہ کی تقلید کریں گے۔ نہ کہ یونہی اندھیرے میں لاٹھی چلائیں گے؟

تعجب کی بات ہے کہ جماعت اہل حدیث کا ہر فرد تو خواہ وہ دوکاندار ہو یا کاشتکار خود کو محدث، فقیہ سمجھتا ہے اور ماں کے پیٹ سے مجتہد پیدا ہوتا ہے اور صحابی رسول سیدنا ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ مجھ سے نہ معلوم کرو بلکہ جو مسئلہ پوچھنا ہو وہ ابن مسعود سے پوچھو۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حدیث (۵): بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ شریف "کتاب العلم" صفحہ ۳۲ پر حدیث ہے۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ یعنی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کے معاملے میں تفقہ اور سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور دیتا ہے خدا لیکن بانٹنے والا میں ہوں۔

یہ حدیث بھی کھلے طور پر بتا رہی ہے کہ دین میں سوجھ بوجھ ہر ایک کو نہیں ملتی بلکہ وہ خاص نعمت الٰہیہ ہے جو اپنے خاص بندوں کو بوسیلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرماتا ہے ہر کس ناکس کو نہیں ملتی لہٰذا ان کے لئے تقلید کے سوا چارۂ کار نہیں۔

علاوہ ازیں چند احادیث ہمارے گزشتہ جوابات میں گزر چکی ہیں یہ آٹھ آیات اور پانچ احادیث راہ حق کے متلاشی کے لئے بہت کافی ہیں مزید ضرورت سمجھی جائے گی تو پیش کی جائیں گی۔

سوال: جب امام چار ہیں اور ان چار میں سے ایک کی تقلید کرنی ہے اور ہم جاہل ہیں ہمیں کیا خبر کہ ان میں سے کس کے مسئلے صحیح ہیں اور کس کے غلط ہم کیسے حنفی، شافعی بن جائیں؟

جواب: اس سوال کے جواب میں ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جنگ صفین میں جو لوگ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انہیں یہ علم کیسے ہوا

کہ حضرت علی حق پر ہیں اور جو حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے انہیں حضرت امیر معاویہ کے حق پر ہونے کا علم کیسے ہوا اور دونوں جانب ہزاروں صحابہ کرام تھے انہیں آپ کیا کہیں گے وہ حق پر تھے یا باطل پر؟ اور دونوں حق پر یا دونوں باطل پر یا ایک حق پر اور ایک باطل پر؟ تو کون حق پر اور کون باطل پر؟

بات دراصل یہ ہے کہ یہ سب توفیق الٰہی سے ہوتا ہے دل اس کے دست قدرت میں ہیں جدھر چاہتا ہے موڑ دیتا ہے اس قسم کے سوالات کرنا آپ کی بڑی نادانی اور فتنہ سامانی ہے۔

اور پھر جب یہ واضح کیا جاچکا کہ چاروں حق ہیں اور کسی ایک کو اختیار کرنا درست ہے تو پھر اس طرح کے سوالات بے محل بے ضرورت اور بکواس ہیں جدھر طبیعت مائل ہو بے خوف وخطر اس مذہب کو اپنایئے۔ البتہ مذہب بدلنے کی اجازت نہیں کہ کبھی حنفی اور کبھی شافعی کیوں کہ یہ مذہب کے ساتھ کھلواڑ اور مذاق ہے اور پھر یہ کہ وہ جس مذہب پر ہے حق پر ہے تو پھر دوسرے کی طرف انتقال کی حاجت کیا ہے۔ حدیث شریف میں اس مذہبی تلون مزاجی کو منافق کی پہچان فرمایا گیا اور یہ حدیث ابھی مع حوالہ آگے آرہی ہے۔

سوال: اگر یہ چاروں مذہب حق ہیں تو ایک مذہب پر عمل کرنے سے حق کی تین چوتھائی ہم سے چھوٹ رہی ہے۔

جواب: کسی بات کو حق ماننا اور بات ہے اور اس پر عمل کرنا اور بات۔ مثلاً آسمانی کتابیں توریت، انجیل اور زبور کو ہم حق مانتے ہیں۔ لیکن آج ہمارا ان پر عمل نہیں۔ اگر ان کتابوں کا منزل من السماء حالت پر کوئی نسخہ آپ

کو مل جائے تو اس پر آپ عمل کریں گے یا نہیں اور جب اس پر عمل نہیں کریں گے تو کیا اس کو ناحق اور باطل کہنے کی جرأت کریں گے؟
عجب نہیں کہ کل کو آپ یہ بھی کہنے لگیں کہ قرآن وتوریت، زبور وانجیل جب چاروں حق ہیں اور خدائے تعالیٰ کے کلام ہیں تو پھر صرف ایک (قرآن) پر عمل کیوں؟ اس طرح حق کی تین چوتھائیاں ہم سے چھوٹ رہی ہیں لہذا چاروں کتابوں میں نازل شدہ احکام کو اپنایا جائے۔
شاید آپ فرمائیں کہ قرآن کے ذریعے دوسرے انبیاء کرام پر نازل شدہ احکام وفرامین الٰہیہ منسوخ ہو گئے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ ناحق باطل اور معاذ اللہ جھوٹے اور غیر آسمانی تو نہیں ہو گئے؟
الحاصل بلا تشبیہ محض بطور تمثیل عرض کر رہا ہوں کہ جس طرح قرآن کریم کے تشریف لانے اور اس پر عمل لازم ہو جانے سے دوسری آسمانی کتابوں پر عمل منسوخ ہو گیا اسی طرح کسی ایک امام مجتہد کے مقلد کے لئے دوسرے ائمہ کے مذاہب بمنزلہ نسخ ہیں یعنی وہ ان پر عمل نہیں کر سکتا۔
البتہ یہ فرق ضروری ہے کہ وہاں قرآن کریم پر عمل متعین ہے اور اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرنا باطل وغلط ہے یعنی وہ راہ غلط نہیں ہے بلکہ اس کو اپنانا اور اختیار کرنا غلط ہے اور یہاں چاروں میں کسی ایک کا تعین نہیں ہے کہ صرف اسی کا مقلد رہے بلکہ جس کی چاہے تقلید کرے ہاں جب کسی ایک کا ہو جائے تو پھر اِدھر اُدھر جانوروں کی طرح منہ نہ مارے۔
اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ایک شخص جنگل یا سمندر میں یا کسی ایسی جگہ ہے کہ جہاں اس کے لئے نماز میں قبلے کا تعین نہیں ہو پا رہا ہے کہ کدھر منہ کر کے نماز پڑھے نہ کوئی علامت نہ کوئی بتانے والا۔ اب وہ

کیا کرے گا؟

اہلحدیث مولوی تو شاید یہ بتائیں گے کہ کبھی ادھر کبھی اُدھر گھوم گھوم کر نماز پڑھتا رہے اور اگر اس سے ظن غالب یا ذہنی جھکاؤ کی بناء پر کسی ایک جانب منہ کر کے نماز پڑھی تو اس سے پوچھیں گے تجھے یہ علم کیسے ہوا کہ قبلہ ادھر ہے اور چونکہ اس کو اجازت ہے کہ اپنے گمان سے جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے اور ہر چہار طرف منہ کرنے کا حق ہے لیکن پڑھے گا ایک ہی جانب تو اہلحدیث مولوی اعتراض کریں گے کہ تو نے حق کی تین چوتھائی کیوں چھوڑ دی۔ بلکہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر گھومتا رہتا اور پورا حق ہاتھ میں لیتا۔

حدیث پاک میں ہے:

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ ایک اندھیری رات میں سفر کر رہے تھے تو ہم نہ جان سکے کہ قبلہ کدھر ہے تو ہم میں سے ہر ایک نے جدھر جس کا منہ پڑا نماز پڑھ لی جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا گیا تو قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه۔

پورب پچھم اللہ ہی کے لئے ہیں تو تم جدھر منہ کرو ہر طرف اللہ کا جلوہ ہے۔ (جامع ترمذی جلد۲، ابواب التفسیر، ص۱۲۰)

دار قطنی اور حاکم کی روایت حضرت جابر سے یوں ہے۔

ہم سفر میں تھے آسمان میں اندھیرا تھا تو قبلے کے معاملے میں ہم حیران ہوئے تو جسکی سمجھ میں جیسا آیا اس نے اس رُخ پر نماز پڑھی اور ہر ایک نے جس رُخ پر نماز پڑھی وہاں ایک لائن کھینچ دی جب صبح ہوا تو پتہ چلا

کہ ہم نے قبلہ کے رُخ پر نماز نہیں پڑھی ہے۔ حضور سے جب ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری نماز ادا ہوگئی۔ (دار قطنی جلد ا، ص ۲۸۱، فتح القدیر جلد ا، ص ۲۷۸، مطبوعہ برکات رضا، پور بندر)

تو جس طرح یہ غلط رُخ پر اختلاف جہت کے باوجود سب نمازیں ہوگئیں یونہی چاروں مسلک فروعی مسائل میں باوجود اختلاف کے حق و درست ہیں اور تو اور یہ دیکھئے آپ کی جماعت کے بہت پرانے ممدوح جناب شیخ ابن تیمیہ صاحب کیا لکھ گئے:

''جس شخص نے کسی خاص مذہب کا التزام کرلیا پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے اور کسی مذہب کے عالم کے فتوے پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ للشیخ ابی العباس ابن تیمیہ، ج ۲۰، ص ۲۲۰-۲۲۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز، سعودیہ عربیہ)

مرتب سوالات مولوی محمد جونا گڑھی تو مر گئے لیکن شاید ہمارے اس بیان سے ان کے چیلے چانٹوں اور سوالنامہ شائع کرنے والے اہلحدیثوں کی آنکھیں کچھ کھلیں۔

انّ اللہ یھدی مَن یّشاء الی صراط مستقیم۔

خلاصہ یہ کہ چاروں مذاہب کا حق اور ان پر عمل جائز ہونا۔ علی سبیل الانفراد والتبدل ہے نہ کی علی سبیل الجمع یعنی ہر شخص جس کا چاہے اس کا مقلد بنے نہ کہ سب کو اپنائے مثلاً کسی عورت کو دس لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا اور اس کو سب سے نکاح کرنے کا حق ہے اور سب سے نکاح اس کے لئے جائز ہے تو ان سب سے نکاح جائز ہونے اور سب کے

پیغام قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ الگ الگ جس کسی ایک کی چاہے بیوی بن جائے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ سب کی جورو بیک وقت بن کر بیٹھ جائے اہلحدیث مولوی اس کو یہ مشورہ دیں گے کہ سب کی جورو بنے اگر صرف ایک کی رہے گی تو حق کے ۹ حصے ہاتھ سے چھوٹ جائیں گے۔ کیوں کہ سب سے نکاح کرنے کا اس کو حق حاصل ہے۔

سوال: یہ ظاہر ہے کہ چاروں مذہبوں میں حلال وحرام کا فرق ہے پھر ان چاروں کو برحق ماننے اور کہنے کے کیا معنیٰ۔ ایک ہی چیز کو ایک کہے حرام ہم کہیں سچ ہے اور دوسرا حلال کہے اور ہم کہیں سچ ہے کیا اندھیر ہے اسے ذرا تفصیل سے سمجھایا جائے ورنہ دامنِ تقلید ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

جواب: جو حرام وحلال قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت اور بنص قطعی ظاہر الدلالۃ منصوص ہیں ان میں ہرگز اختلاف نہیں کہ ایک نے حرام کہا اور دوسرے نے حلال۔ مثلاً جوا کھیلنا، شراب پینا، سور اور مردار کھانا، قتل مومن، سود لینا، زنا کرنا، جھوٹ غیبت وغیرہا ان امور کو ہرگز کسی امام نے حلال نہیں کہا سب نے حرام ہی فرمایا۔

اور نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا، حج کرنا، گائے، بکری، بھیڑ، اونٹ کا گوشت کھانا، تجارت کرنا، سچ بولنا، ماں باپ کی خدمت وغیرہا امور کثیرہ کو کوئی حرام نہیں کہتا۔ بلکہ سب کے نزدیک یہ امور خیر ہیں بلکہ ان میں سے اکثر فرض وواجب ہیں جن کو چھوڑنا حرام ہے۔

البتہ وہ امور جن کا حرام وحلال ہونا قرآن وحدیث میں صراحتاً واضح انداز میں مذکور نہیں۔ یا ان کے بارے میں حدیثیں دونوں طرح کی پہنچیں۔ یا قرآن وحدیث میں کوئی ایسا لفظ آیا کہ جس کے کئی معنی

ہو سکتے ہیں وغیرہا اس طرح کے اسباب پائے گئے تو فقہاء کرام اور ائمہ اعلام کو غور وخوض کرنا پڑا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں سوچ وبچار انہوں نے کیا تو نتیجتاً کہیں کہیں اختلاف بھی ہو گیا اور ظاہر ہے کہ جن امور میں غور وخوض اور رائے کو بھی دخل ہو۔ ان میں اختلاف کا ہو جانا یقینی ہے۔ کیونکہ انسانی عقلیں سب ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ اور جب وہ مسائل قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں تو ان میں امت کے اہل علم وفضل اور زمانہ رسالت سے قرب رکھنے والوں کو غور وخوض کرنے کا حق بھی سمجھ والوں کے لئے قابل قبول ہے۔

مثال کے طور پر سود سے متعلق احادیث میں صرف چھ چیزوں کا ذکر ہے، سونا، چاندی، گیہوں، جَو، کھجور، نمک یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف ان چھ چیزوں میں ہی سود کا حرام ہونا ثابت ہے، باقی کسی چیز کا ذکر حدیث میں نہیں۔ اور قرآن کریم میں تو بغیر کسی تفصیل کے صرف کھانے کی مذمت اور اس کی ممانعت آئی ہے۔

سود کسے کہتے ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کس حال میں سود ہے؟ اور کس میں نہیں اس کا قرآن کریم میں بظاہر کوئی ذکر نہیں اور حدیث میں ہے تو مذکورہ صرف چھ چیزوں کا۔ اب اگر ظاہر قرآن وحدیث پر عمل کیا جائے تو ان چھ چیزوں کے علاوہ کسی حال میں لین دین سود نہ رہے۔ مثلاً تانبا، پیتل، گلٹی، اسٹیل، لوہا، المونیم وغیرہا کسی بھی دھات میں سوائے سونے اور چاندی کے، بادام، منقہ، اخروٹ، کاجو، پستہ اور چلغوزہ، یعنی چھوارے اور کھجور کے علاوہ تمام مغزیات میں اور جوار، باجرہ، چاول، مکا، اڑد، مسور، چنا، مٹر وغیرہ گیہوں اور جَو کو چھوڑ کر تمام اناجوں میں

سیب، سنترہ، آم کیلا، امرود، انار وغیرہ کسی پھل میں لونگ، الائچی، لہسن، پیاز وغیرہ تمام اشیاء میں گھٹا بڑھا کر ادھار نقد لین دین سب جائز وحلال ہو جائے اور سوائے ان چھ چیزوں کے کسی اناج پھل مسالے غرضیکہ کسی بھی چیز میں سود نہ رہے۔

یہاں تک کہ آج کل جو کاغذ کا نوٹ ہے اس میں گھٹا بڑھا کر لینا دینا سود نہ رہے۔ پوری جماعت اہلحدیث منکرین ائمہ وتقلید میں سے کسی سورما کے بس کی بات ہو تو سونا، چاندی، گیہوں، جَو، کھجور اور نمک کے علاوہ کسی بھی چیز میں یہاں تک کے کاغذ کے نوٹوں کے لین دین میں صرف قرآن وحدیث سے سود ہونا ثابت کرے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

اور یہ بات نہایت بعید از عقل اور اسلام جیسے حکمتوں والے مذہب کے مزاج سے دور ہے کہ صرف ان چھ اشیاء میں سود حرام ہو اور باقی میں نہیں گیہوں میں سود ہو اور چاول میں نہیں جَو میں ہو اور مٹر، چنا ارد، مسور میں نہیں۔ نمک میں ہو اور شکر میں نہیں۔ چھوارے، کھجور میں ہو اور بادام، منقے میں نہیں۔ یہ کس قدر بعید از عقل وقیاس اور اسلام پر قابل اعتراض بات ہے۔

لہٰذا ائمہ مجتہدین نے غور وخوض کیا اور قیاس فرمایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو سونے چاندی کا ذکر ہے اس سے مراد صرف سونا اور چاندی نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جو سونے اور چاندی کی طرح قیمت بننے کی صلاحیت رکھتی ہو کیونکہ سونے چاندی سے سکے بنائے جاتے تھے جو بطور قیمت استعمال ہوتے تھے۔

اور گیہوں، جَو، کھجور، اور نمک سے مراد ان کے یہاں وہ ساری چیزیں

ہیں جو لوگوں کے کھانے کے کام میں آتی ہیں خواہ دواء کے طور پر ہوں یا غذا کے یا محض تلذذ کے لئے یعنی ''' علۃ ربوا ان کے یہاں سونے چاندی میں ثمنیت ہے اور باقی چاروں میں مطعوم ہونا۔ یعنی کھانے پینے کی چیز اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سونے چاندی میں علۃ ربوا وزن اور باقی چاروں میں کیل (ناپا جانا) ہے۔

یعنی امام اعظم کے نزدیک سونے چاندی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو تول کر بیچی اور خریدی جاتی ہے اور گیہوں، جَو، نمک اور کھجور سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ناپ کر بیچی جاتی ہے۔ (خیال رہے کہ اس زمانے میں غلّے اور اناج برتنوں سے ناپ کر بیچے اور خریدے جاتے تھے)

تو امام شافعی کے یہاں لوہے، پیتل، تانبے، میں سود نہیں کیونکہ یہ اشیاء نہ تو عرفاً قیمت بنتی ہیں اور نہ کھانے پینے کے کام میں لائی جاتی ہیں لیکن امام صاحب کے یہاں ان میں بھی سود ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ وزن کر کے بیچی جاتی ہیں۔

یونہی اگر ایک انڈے کو دو انڈوں کے اور ایک بکری کو دو بکریوں کے عوض نقد بیچے تو امام اعظم کے یہاں یہ حرام نہیں کیونکہ انڈے اور بکری وغیرہ یہ چیزیں ناپ تول سے نہیں بیچی جاتیں بلکہ گنتی اور شمار سے بیچی اور خریدی جاتی ہیں۔ اور امام شافعی کے یہاں یہ کمی بیشی سود و حرام ہوگئی کیونکہ انڈے اور بکری مطعومات سے ہیں یعنی کھائی جانے والی چیزیں ہیں۔

علی هذا القیاس۔

اس طرح اختلاف کی اور بھی سیکڑوں صورتیں بیان کی جا سکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ناظرین! سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ اختلاف حرام وحلال کے ان امور میں نہیں جن کا ذکر واضح انداز میں قرآن وحدیث میں موجود ہو، بلکہ وہاں ہے جہاں حکم صراحتاً قرآن وحدیث میں مذکور نہیں۔ اور قرآن وحدیث ہی میں غور وخوض کیا گیا اور اسی غور وخوض کے نتیجے میں اختلاف بھی واقع ہو گیا اور جب دونوں فریق مخلص ہیں اور دونوں کی نیت خیر ہے تو باوجود اختلاف کے دونوں حق پر ہیں اور دونوں ہی عند اللہ تعالیٰ ماجور ومثاب۔

اب اس بارے میں ہم ایک حدیث بھی ذکر کر دیں جس کو پڑھ کر جماعت اہلحدیث کی آنکھیں چوندھیا جائیں اور اہل ایمان کے دل منور وروشن ہو جائیں۔

صحیح بخاری جلد دوم باب اجر الحاکم اذ اجتہد فاصاب او اخطاء صفحہ ۱۰۹۲ میں ہے:

عَنْ عمرو بن العَاص اَنّه سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلیّ اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا حکم الحَاکِمُ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حکمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَاَہ فَلَهٗ اَجْرٌ۔

ترجمہ: حضرت عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کر دے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

اس حدیث کو سامنے رکھ کر بتائیں، مولویان اہلحدیث کہ آپ تو فرما رہے ہیں کہ حرام وحلال کا فرق ہو جائے تو دونوں حق کیسے ہو سکتے ہیں اور یہاں تو حضور اجتہاد میں غلطی اور خطا کرنے والے کو بھی اجر وثواب کی خوشخبری عنایت فرما رہے ہیں۔ یہ غلطی پر اجر وثواب کی بشارت آپ کی ناقص وقاصر کھوپڑی میں سمانا شاید ناممکن ہوگا۔

بتائیے! اس حدیث سے دین میں اجتہاد کرنے نظر وفکر غور وخوض کرنے اور اس میں اگر خطا بھی ہو جائے پھر بھی اس کے اوپر اجر وثواب ملنے کا ثبوت ہوا یا نہیں؟

اور چونکہ یہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے۔ ہندوستانی آئین کی کوئی دفعہ نہیں لہٰذا حاکم سے مراد حاکم اسلام ہوں گے اور وہ صحیح معنی میں اہل علم ہیں بادشاہ اسلام اگر عالم نہ ہو تو اس کے لئے علماء کی اتباع اور ان کے مطابق احکام صادر کرنا ضروری ہے۔

اور جو مسائل قرآن وحدیث میں صاف طور پر نہ مل سکیں ان میں غور وخوض کرنا بھی حدیث ہی سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ مُعَاذ ابنِ جَبَلٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بَعثَہٗ اِلَی الْیمن فَقَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ قَالَ اَقْضِیْ بِمَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ اِنْ لَمْ تَکُنْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَھِدُ بِرأیِیْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ.

حضرت معاذ بن جبل کو حضور نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا تم کیسے فیصلے کرو گے، کہا قرآن سے فرمایا قرآن میں نہ ملے تو، عرض کیا حضور کی حدیثوں سے۔ فرمایا اور اگر حدیث میں بھی نہ ملے تو، عرض کیا کہ ذہن پر خوب زور دیکر فیصلہ کروں گا۔ حضور نے فرمایا اس اللہ کے لئے حمد ہے جس نے اپنے نبی کے قاصد کو صحیح راستے کی توفیق عطا فرمائی۔

(ترمذی جلد۲، باب ماجاء فی القاضی یصیب و یخطی،

ص ۱۵۹، مشکوۃ، ص: ۳۲۴))

اور خود قرآن کریم میں ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَار۔

عبرت لواے آنکھ والو۔ (پارہ ۲۸، ع ۴، سورہ حشر، آیت ۲)

عبرت کے معنی یہی تو ہیں کہ ایک چیز کو دیکھ کر غور وخوض کرنے کے بعد اس پر دوسری کو قیاس کیا جائے۔ قیاس کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

اس آیت کے یہی معنی اہل حدیث کے دھرم گرو شاہ اسماعیل صاحب دہلوی سے بھی مروی ہیں وہ لکھتے ہیں:

اخیر درجہ قیاس کا ہے کہ مجتہدوں نے اپنے قیاس سے فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار۔ کے حکم کے مطابق نکالا۔ (تذکیر الاخوان مع تقویۃ الایمان فصل ۶، ص ۲۳۲، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

اور فرمایئے ہم سے آپ سوال کررہے ہیں کہ اختلاف کے باوجود چاروں حق پر کیسے ہوں گے لیکن صحابہ کرام میں جو اختلاف واقع ہوا اس میں کس کو حق پر کہیں گے اور کس کو باطل پر؟ جیسے بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طواف میں رمل یعنی اکڑ اکڑ کر چلنے کو سنت نہیں مانتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے سامنے اظہار قوت کے لئے فرمایا تھا اور اب نہ وہاں مشرک ہیں اور نہ اس عمل کی ضرورت ہے۔ اور باقی صحابہ کرام رمل کو بعد میں بھی سنت مانتے ہیں۔ اور اس حکم کو باقی رکھتے ہیں۔

(مسلم شریف جلد ۱، ص ۴۱۱، باب استحباب الرمل فی الطواف)

اس اختلاف میں حضرت عبداللہ بن عباس کو معاذ اللہ آپ غلط مسئلہ

بتانے والا کہیں گے یا دوسرے صحابہ کرام کو پایا وجود اختلاف کے جمہور صحابہ کے قول پر عمل کر کے ہر دو فریق کا احترام کریں گے جو آپ کا جواب وہی ہمارا جواب۔

یہی مشہور مفسر ومحدث وفقیہ صحابی رسول سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حضور رسالت مآب کے چچازاد بھائی بھی ہیں جن کے فضائل ومناقب احادیث وسیر کی کتابوں میں شمار سے باہر ہیں ان کے نزدیک یہ گھریلو اور پالتو گدھا حرام نہیں تھا۔ یعنی وہ اس کے گوشت کھانے کو حرام نہیں فرماتے تھے۔ جب کہ اور تمام صحابہ کرام اسے حرام کہتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے:

عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے جابر ابن زید سے کہا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کا گوشت حرام فرمادیا ہے تو انہوں نے کہا کہ حکم بن عمرو الغفاری ہم سے بصرہ میں یہ بات بیان کرتے تھے وَلٰـكِـنْ اَبـىٰ ذٰلِكَ الْبَـحْـرُ اِبْنُ عَبَّاس. لیکن وہ جو علم کا سمندر ہیں عبداللہ ابن عباس وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد۲ باب لحوم حمر الانسية ،ص۸۳۰)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس اختلاف کے باوجود راوی حدیث انہیں علم کا سمندر کہہ رہے ہیں۔ اسی مفہوم کی احادیث کی شرح کرتے ہوئے شارح مسلم حضرات امام نووی لکھتے ہیں:

''گدھے کے بارے میں اختلاف ہے جمہور صحابہ وتابعین اور بعد والے لوگ اسے حرام کہتے ہیں وقال ابن عباس ليست بحرام وعن مالك ثلث روايات الخ اور حضرت عبداللہ

بن عباس اسے حرام نہیں کہتے اور حضرت امام مالک سے تین طرح کی روایات ہیں ایک مکروہ ہونے کی اور دوسری حرام ہونے کی اور تیسری حلال ہونے کی۔ (شرح صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۳۹)

حضرت عبداللہ ابن عباس جن حدیثوں میں گدھا کھانے سے حضور نے منع فرمایا ہے ان کی توجیہ میں فرماتے تھے کہ گدھوں سے سامان ڈھونے کا کام لیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس لئے منع فرمایا کہ اگر وہ کھائے جانے لگے تو دقت ہو جائے گی۔

صحیح بخاری جلد ۲، ص ۷۹۶، باب قول اللہ عزوجل ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن کے تحت ایک حدیث میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کتابیہ عورتوں سے نکاح کے مسئلے میں اختلاف مروی ومذکور ہے یعنی ان کے نزدیک نصرانیہ اور یہودیہ عورت سے نکاح جائز نہ تھا جب کہ باقی صحابہ کرام جائز کہتے تھے اور بہت سوں نے ان سے نکاح کئے بھی تھے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال کہ تیمم صرف بے وضو کے لئے ہے جس پر غسل فرض ہو اس کے لئے تیمم نہیں اور باقی صحابہ "ہر دو صورتوں میں تیمم مانتے تھے یہاں تک کہ اس اختلاف سے متعلق حدیث شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا مناظرہ بھی مروی ہے۔ حوالے کے طور پر دیکھئے۔ (مسلم شریف، ص ۱۶۱ اسباب التیمم)

حضرت عمر فارق اور حضرت عمار بن یاسر کے درمیان اس مسئلے میں بحث وگفتگو والی حدیث بھی اسی مقام پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اب بتایئے! کہ آپ ان حضرات میں سے کسی کو معاذ اللہ باطل پرست اور غلطی پر کہنے کی ہمت کریں گے یا اختلاف ہونے کے باوجود ایک پر عمل۔ لیکن دونوں فریقین کی بزرگی و برتری تسلیم کریں گے۔

کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرے لیکن انزال نہ ہو یعنی منی نہ نکلے اور وہ اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟ صحیح مسلم جلدا، باب ان الجماع کان فی اول الاسلام الخ ص ۱۵۵ میں دونوں طرح کی کئی حدیثیں ہیں اور صحابۂ کرام میں اس بارے میں اختلاف ہوا اگرچہ بعد میں حضرت عائشہ سے جب یہ مسئلہ معلوم کیا گیا تو انھوں نے یہی فیصلہ فرمایا کہ انزال نہ ہو تب بھی غسل واجب ہے لیکن یہیں پر حضرت عثمان غنی اور حضرت ابو سعید خدری وغیرہ سے جو پانچ چھ حدیثیں مروی ہیں کسی میں ہے اس پر غسل نہیں، کسی میں ہے صرف وضو کرلے، کسی میں ہے شرمگاہ کو دھولے ان سب کو حدیث کہیں گے یا کچھ اور صحیح کہیں گے یا غلط اور ان صحابہ کو اچھا کہیں گے یا برا، ناسخ ومنسوخ کا فیصلہ کرنے والوں کی تو آپ مانیں گے نہیں کہ وہ حکم پہلے تھا اور یہ بعد میں کیوں کہ جس نے یہ فیصلہ کیا وہ خدا و رسول تو نہیں کوئی اور ہی ہے تو آپ اس کے مقلد ہو جائیں گے اور خدا ورسول کے علاوہ کسی اور کی بات ماننا لازم آئے گا اور جو حدیثیں بغیر انزال غسل واجب نہ ہونے کے بیان میں ہیں وہ بھی سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے مروی ہیں۔

ایسی کوئی حدیث لایئے جس میں خود حضور نے خاص اس مسئلے میں فرمایا ہو میں نے پہلے یہ حکم دیا تھا اب یہ فرماتا ہوں۔ کہئے کچھ عقل آئی آپ کو یا اب بھی ویسے ہی رہے۔

مزید دیکھئے بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۱۷۱-۱۷۲ پر حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان تعذیب میت ببکاء اھلہ سے متعلق اختلاف مشہور مذکور ہے۔ امیر المؤمنین فرماتے تھے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اور ام المؤمنین اس کے خلاف تھیں کہ گھر والوں کے رونے پیٹنے سے میت کے عذاب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب کہئے اسلام کی ان دونوں عظیم ترین شخصیتوں میں سے آپ کس کو غلط کہیں گے اور کس کو صحیح۔ کس کو حق پرست کہیں گے اور کس کو باطل پرست؟

عورت کو پکی طلاق دینے کے بعد شوہر پر اس کا نان ونفقہ عدت کے اندر ہے یا نہیں اس بارے میں ایک صحابیہ خاتون سیدتنا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اختلاف دیگر صحابہ اور صحابیات سے صحیح مسلم جلد ۱، ص ۴۸۵ پر مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس کے درمیان تشہد (التحیات) کا اختلاف کسے معلوم نہیں ہے حدیث کی تقریباً ساری کتابوں میں منقول ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رکوع میں دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو منع فرماتے تھے بلکہ وہ تطبیق کے قائل تھے یعنی دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان میں رکھتے تھے جب کہ اور صحابۂ کرام تطبیق کو منسوخ مانتے تھے ملاحظہ فرمائے صحیح مسلم جلد ۱، ص ۲۰۲ باب الندب الی وضع لا یدی علی الرکب فی الرکوع و نسخ الطبیق

بتائیے یہ عبداللہ ابن مسعود بدری صحابی ہیں ابو جہل کو انہیں نے قتل کیا تھا

ان کے فضائل میں حضور سے کئی حدیثیں مروی ہیں انھوں نے اس مسئلے میں اور صحابہ سے اختلاف کیا لیکن پھر بھی آپ ان کی شان میں کچھ نہیں کہہ سکتے صحیح مسلم ہی کی دوسری جلد میں ص ۲۹۴ پر حدیثوں کا پورا ایک باب انہیں کے فضائل میں ہے حضور سے اتنے قریب تھے کہ حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ہم لوگ جب مدینہ آئے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو اور ان کی ماں کو حضور کے گھر والوں میں سے سمجھتے تھے حضور کے پاس زیادہ آنے جانے اور ہر وقت ساتھ رہنے کی وجہ سے۔

غرضیکہ اس قسم کے بہت سارے اختلافات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان موجود تھے جو کتب احادیث میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ باوجود ان اختلافات کے عمل تو اگر چہ سب پر نہیں کیا گیا نہ سب پر ہوسکتا ہے۔ لیکن کسی صحابی رسول کو باطل پرست ناحق اور غلط راہ پر نہیں کہا جاتا اور نہ ہی ان پر لعن طعن جائز ہے بلکہ یہ کھلی گمراہی اور بدمذہبی و بددینی ہے۔

اسی طرح ائمہ اربعہ میں کسی ایک کی تقلید کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ باقی باطل و غلط ہیں عمل خواہ کسی پر ہو لیکن حق سب کو جاننا لازم و ضروری ہے۔

یہاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ یہ اختلاف واجتہاد کا حق ہر کس و ناکس کو نہیں اسی کو ہے جو مجتہد ہو اور یہ صحابہ مجتہد تھے۔

یہ سب ہم واضح کر چکے ہیں یعنی جو اتنا علم رکھتا ہو کہ قرآن و حدیث سے مسائل اخذ کر سکے اسکو تقلید کی ضرورت نہیں اور اس کے لئے کتنا علم چاہئے اس کی تفصیل تو کتابوں میں دیکھئے۔

مثلاً (الفضل الموہبی) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف اور عقد الجید شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف وغیرہا یہاں صرف

اتنا سن لیجئے کہ اس قدر علم والا گزشتہ ایک ہزار سال سے کوئی نہیں۔
مطلب یہ ہے کہ جو لوگ طبیب حاذق اور ماہر حکیم ہیں ان کے لئے دوائیں کافی ہیں انہیں کسی اور حکیم کی اتباع کی ضرورت نہیں۔
لہٰذا جو علی الاطلاق مجتہد مستقل ہے اس کے لئے قرآن وحدیث کافی ہے اس کو دوسرے مجتہد کی ضرورت نہیں۔

سوال: جب ہمارے نزدیک چاروں مذہب حق ہیں پھر اہلحدیث جو ایک برحق مذہب کے مطابق آمین رفع یدین اور سورۂ فاتحہ بجالاتے ہیں ان پر طعن وتشنیع کیوں کی جائے؟

جواب: اہلحدیث کو بدمذہب وگمراہ وبددین کہنا اور ان پر طعن وتشنیع کرنا اس لئے نہیں کہ وہ آمین ورفع یدین والے ہیں بلکہ وہ مقلدین کو بدعتی وگمراہ یہاں تک کہ مشرک تک کہتے ہیں۔ حوالے کے لئے دیکھئے جماعت اہل حدیث کے امام وپیشوا میاں نذیر حسین دہلوی کی کتاب معیار الحق بحث تلفیق، ص ۱۸۲۔
اور اہلحدیث تو کسی ایک مذہب میں نہ رہ کر آزاد خیالی اور آوارہ گردی، من مانی کو مذہب بنائے ہوئے ہیں۔
حدیث شریف میں حضور نے خود ایسے لوگوں کو منافق فرمایا ہے۔ سرکار فرماتے ہیں۔
منافق کی مثال اس گرم بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان چکر لگائے کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے اور کبھی اس بکرے کے پاس۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الکبائر، ص ۱۷)
اور تقلید پر چونکہ اجماع امت ہو چکا جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے

حوالے سے ہم پچھلے سوالات کے جوابات میں قلمبند کر چکے۔ اور اجماع امت کا منکر گمراہ ہے حدیث کے ذریعہ ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں پھر یاد دلا دیں۔ سرکار فرماتے ہیں:

چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچوں اور بڑے گروہ کے ساتھ رہو۔
(مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۳۰)

اور فرماتے ہیں:

بڑے گروہ کی پیروی کرو جو الگ چلے گا وہ جہنم میں الگ کر کے ٹھونسا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۱)

چاروں ائمہ کے مقلدین اگر چہ مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن باہم ایک دوسرے کو برا نہیں کہتے نہ کسی امام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور غیر مقلدین ہر امام کے مقلد کو گمراہ کہتے ہیں۔ ورنہ انہیں تقلید پر اعتراض اور اس سے متعلق سوالات شائع کرنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی۔ بلکہ اسی کتابچے (جس کا یہ جواب لکھا جا رہا ہے) میں صفحہ ۴ پر تقلید کو پلید کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ پوری امت مسلمہ آج مقلد ہے تو ساری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو معاذ اللہ پلید نہیں ہو سکتی انہیں پلید کہنے والے ہی یقیناً پلید ہیں۔

علاوہ ازیں غیر مقلدین زمانہ شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں اور وہابی ہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی ''تقویت الایمان'' پر قرآن سے زیادہ عقیدہ رکھتے ہیں جب کہ اس کتاب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مبارکہ کے بزرگوں کی شان میں صریح گالیاں لکھی گئی ہیں جس پر ساری دنیائے اسلام میں ہلچل مچ گئی لیکن فرقہ غیر مقلدین

اہلحدیث اب بھی اسے اپنائے ہوئے ہے۔

ضرورت پڑنے پر ہم تقویۃ الایمان کی گستاخ آمیز کفری عبارتیں مع حوالہ جات نقل کریں گے۔ اس موقع پر صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے تقویۃ الایمان سے مولوی اسماعیل دہلوی کے جو کفریات شمار کرائے ہیں اور "الکوکبۃ الشھابیدہ فی کفریات ابی الوھابیۃ" کتاب لکھی ہے اس کا جواب ایک صدی گزرنے کے باوجود غیر مقلدین نے آج تک کیوں نہیں دیا اور بس کی بات ہے تو اب اس کا جواب شائع کریں۔

خلاصہ یہ کہ چاروں ائمہ کے مقلدین میں جو اختلاف ہے وہ مسائل میں ہے اور فروعی، اسی لئے کوئی کسی پر طعن و تشنیع نہیں کرتا سب اہل حق و صداقت ہیں اور فی زمانہ غیر مقلدین، سے اہل سنت وجماعت کا اختلاف عقائد میں ہے اور اصولی یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بے ادب گستاخ دریدہ دہن، دشنام طراز، زبان دراز اور دوسرا باادب عاشق عقیدتمند زبان کو قابو میں رکھنے والا۔

پہلے اختلاف کی مثال وہ حدیث ہے جو مع حوالہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی بنو قریظہ پر حملے کے وقت صحابہ کرام کا عصر کی نماز کے معاملے میں مختلف ہوجانا کچھ کا راستے میں اور کچھ کا وہاں پہنچ کر پڑھنا اور حضور کا دونوں کو پسند فرمانا اور وہ بھی بخاری کی حدیث جس میں ہے کہ سرکار نے فرمایا کہ حاکم اپنے فیصلے میں خاطی بھی ہو تب بھی اس کے لئے اجر ہے۔

اور دوسرے اختلاف کی مثال حضور کا وہ فرمان ہے جس میں فرماتے ہیں "جب تم کسی ایک کی اتباع پر متفق ہوجاؤ اور کوئی شخص تمہاری

لاٹھی کو چیرنا چاہے تو اس کو قتل کر دو۔

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الامارۃ، صفحہ ۳۲۰)

سوال: چاروں امام امامت کی حیثیت سے دنیا میں آئے اس سے پہلے دنیا میں سو سال گزر چکے تھے نہ یہ امام تھے نہ یہ مقلد؟ تو اس وقت کے مسلمان مسلمان بھی تھے یا نہ اور مسلمان تھے تو پورے یا ادھورے کیوں کہ تقلید تو اس وقت تھی ہی نہیں بلکہ وہ امام بھی نہ تھے جن کی تقلید شروع ہو گئی۔ اگر باوجود تقلید نہ کرنے کے وہ لوگ مسلمان تھے اور کامل مسلمان تھے تو آج اسلام کا کونسا روپ مارا جا رہا ہے۔ جو تقلید کی ضرورت پیش آ گئی۔

جواب: تقلید شخصی شرعی اصطلاحی جو دوسری صدی کے قریب رائج ہوئی اس کی تو ان لوگوں کو ضرورت ہی نہ تھی جب ضرورت در پیش آئی تب یہ رائج ہوئی۔

البتہ دورِ صحابہ کرام اور تابعین میں بھی ہر شخص من مانی نہیں کرتا تھا۔ نہ از خود قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرتا تھا بلکہ ان میں جو اکابر و مشائخ و مجتہدین تھے ان سے مسائل دریافت کرنے اور ان کی پیروی کرنے کا رواج تھا۔ صحابہ کرام میں چاروں خلفاء کرام اور عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم مجتہدین تھے اور لوگ مسائل میں ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔

کتب احادیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان مذکور ہے:

لاتسألونی مادام هذا الحبر فیکم۔

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ مجھ سے مسائل نہ پوچھو جب تک یہ علم کا بحر نا پیدا کنار یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں موجود ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف،، ص ۲۶۴، باب الفرائض)

بلکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے اس فرمان سے تو تقلید شخصی کی تائید ہوتی ہے کہ وہ سب سے پوچھنے کے لئے نہیں فرماتے بلکہ صرف اور صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی تقلید کا حکم دیتے ہیں گویا کہ اس دور مبارک میں تقلید کا مطلقاً انکار غلطی ہے، نادانی ہے۔

اور اس دور کے بعد تابعین کے زمانے میں بھی مسائل کے معاملے میں مطلق العنانی اور بے لگامی نہ تھی بلکہ کچھ ارباب علم وفضل تھے جو مرجع خلائق بنے ہوئے تھے ان سے مسائل دریافت کئے جاتے اور اپنی شرعی ضرورتوں کے وقت ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

فعند ذلك صار لكل عالم من علماء التابعين مذهب فانتصب الى كل بلد امام الخ۔

اس طرح علماء تابعین میں سے ہر عالم کا اپنی توجیہ کے مطابق علیحدہ مسلک ہو گیا اور اس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر اُن کے بعد زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن مدینہ طیبہ میں امام ہوئے۔

عطا بن ابی رباح مکہ معظمہ میں ابراہیم النخعی اور شعبی کوفہ میں حسن بصری بصرہ میں، طاؤس بن کیسان یمن میں، مکحول شام میں امام بنے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص ٦)

البتہ چونکہ وہ لوگ زمانہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب العہد تھے۔ مخلص دیندار خدائے تعالیٰ سے ڈرنے والے نفسانی خواہشات سے دور رہنے والے تھے۔ لہٰذا ان کے لئے تقلید کی اتنی سخت ضرورت نہ تھی جو بعد میں پیش آئی اور اس دور میں عام طور سے تقلید شرعی اصطلاحی کا نہ رواج تھا اور نہ وہ علی الاطلاق شرعاً کوئی امر واجب تھا۔ نہ اس کی ضرورت تھی۔

بعد میں جیسے جیسے زمانہ پاک رسالت مآب سے دوری کی وجہ سے اس کی برکتیں کم ہوتی چلی گئیں لوگوں میں آزاد خیالی بے راہ روی خواہشات نفسانیہ کی پیروی، اخلاص میں کمی پائی جانے لگی۔ عوام کا علمی معیار پہلے کے مقابلے گھٹ گیا۔ تو تقلید کی ضرورت بھی زیادہ محسوس کی گئی اور آخر کار دوصدی کے بعد کسی نہ کسی امام کی تقلید عوام پر واجب قرار دی گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب "حجة الله البالغة" میں فرماتے ہیں۔

ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة اومن يعتد بهامنهاعلى جواز تقليد ها الى يومنا هذا وفى ذالك من المصالح مالا يخفى لا سيما فى هذه الايام الخ.

بیشک یہ چاروں مذاہب جو ترتیب وتحریر شدہ ہیں ساری امت اور اس کے قابل شمار لوگ ان مذہبوں کی تقلید جائز ہونے پر ہمارے زمانے تک سب متفق ہیں اور اس تقلید میں بڑی حکمتیں ہیں خاص کر اس دور میں جو علم حاصل کرنے کے معاملے میں حوصلے اور ہمت کی کمی اور خواہشات نفسانی

کی پیروی کا دور ہے اور ہر رائے والے کو اپنی ہی رائے پسند آ رہی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ حصہ ۱، ص ۱۵۴، مطبع کتب خانہ رشیدیہ، دہلی)

یہاں ہم ناظرین کو یہ بھی بتا دیں کہ یہی شاہ ولی اللہ صاحب ہیں کہ جماعت اہل حدیث کے علماء بھی ان کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں اور ان کی کتابوں سے سند لاتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کا اُردو ترجمہ ایک اہلحدیث فاضل مولوی محمد عبداللہ نے لکھا ہے جس کا نام "فقہی اختلاف کی اصلیت" رکھا ہے اہلحدیث کے مکتبہ ترجمان دہلی سے چھپ چکا ہے۔

یہ جواب دینے کے بعد ہم معترض صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب دوسری صدی کے بعد عوامی ضرورت کے پیش نظر۔ تقلید واجب قرار دی گئی اور دنیا میں تقریباً سبھی اہل اسلام کسی نہ کسی امام کے مقلد ہوکر اسلامی احکام پر عمل پیرا ہوگئے تو ان بارہ سو سال کے مسلمان مسلمان رہے بھی یا نہیں؟

اور مسلمان تھے تو پورے یا ادھورے کیونکہ منکرین تقلید تو اس دور میں عموماً تھے نہیں۔ تو اگر باوجود مقلد ہونے کے وہ لوگ مسلمان تھے اور کامل مسلمان تو اب اسلام کا کونسا روپ مارا جارہا ہے جو تقلید کے انکار کی ضرورت پیش آئی ہے؟

سوال: فرائض تو سب خدا اتار چکا وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہوگئی سو سال کے بعد امام دنیا میں آئے تو اب کس آسمان سے کونسا فرشتہ کونسی وحی لے کر آیا جس سے سو سال کے بعد ان ائمہ میں سے ایک ایک کی تقلید فرض ہوئی۔ یہ حنفی شافعی قرآن وحدیث میں ان کا ذکر کہاں ہے؟

جواب: آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے ہم مطلقا تقلید کا ثبوت تفصیل سے بیان کر چکے کیا سورۃ فاتحہ کی یہ آیت مبارکہ:

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔" (سورۃ فاتحہ)

"اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ چلا، ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔"

سے کیا یہ صاف اور واضح نہیں ہو جاتا کہ سیدھا راستہ چلنے کے لئے یونہی اٹکل بازی سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ کچھ خاصانِ خدا بندگانِ مولیٰ مردان حق آگاہ کی رہنمائی ضروری ہے اور ان کو اپنا پیشوا مقتدا اور امام بنانا ہوگا۔

رہا تقلید شخصی شرعی اصطلاحی کا وجوب تو خیال رہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے یعنی جس کو کئے بغیر کسی واجب پر عمل نہ ہو سکے وہ خود بھی واجب ہوگا تو چونکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارنا ہر مسلمان پر نہایت ضروری ولازم ہے۔ اور زمانہ رسالت مآب سے دوری رکھنے والوں کے لئے شریعت اسلامیہ کو مکمل طور پر سمجھنا اور اس پر چلنا بغیر تقلید ائمہ کے ممکن نہیں۔ جس طرح ان کے لئے شریعت اسلامیہ لازم و ضروری ہے اسی طرح اس پر چلنے کے لئے تقلید ائمہ بھی لازم وضروری ہے اور واجب ہے۔

آپ کا یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کسی پر نماز فرض ہو اور پانی بھی دستیاب ہے۔ مثلاً کنواں بھی ہے ڈول اور رسی بھی حاصل کر سکتا ہے اور پھر بھی مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور کوئی ذی ہوش اس سے کہے کہ تو نے تیمم کیوں کیا۔ تیرے لئے رسی ڈول حاصل کرنا کنویں سے پانی کھینچنا فرض تھا تو وہ کہے کہ وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہوگئی تو کون

سا فرشتہ کونسے آسمان سے یہ وحی لے کر آیا کہ رسی ڈول حاصل کرنا اور کنویں سے پانی کھینچنا اسلام میں فرض ہے۔

یا کوئی شخص باوجود مالدار مستطیع ہونے کے حج نہ کرے دولت گھر میں لیئے بیٹھا رہے اور کوئی کچھ کہے تو بولے کہ کونسا فرشتہ کس آسمان سے وحی لے کر آیا یا قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ حج کمیٹی کے دفتر سے فارم حاصل کرو پھر اس کی خانہ پری کرو۔ ٹیکہ لگواؤ۔ بینک ڈرافٹ بنواؤ وغیرہ ان سب امور کی فرضیت اور وجوب کہاں سے ثابت ہے؟

ان دو ہی مثالوں سے جماعت اہلحدیث کو آئینے میں اپنی صورت نظر آجائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو کام لازم وضروری یا فرض وواجب ہوتا ہے تو اس کے وہ مقدمات وتمہیدات جن کے بغیر وہ ہو نہیں سکتا وہ سب بھی لازم وضروری ہوں گے۔ خواہ وہ بالتعین ہو یا بلا تعین۔

اس موقعے پر ہم تقلید شخصی ضروری کا مفہوم سمجھانے کی خاطر اپنے عوام مسلمان بھائیوں کے لئے ایک مثال بھی بیان کردیں۔

جو شخص حرم محترم مکہ معظمہ یا اس کے آس پاس کا رہنے والا ہے اس پر حج کی فرضیت اور اس کی ادائیگی کے لئے سوائے معمولی استطاعت اور تھوڑی سی جسمانی طاقت کے کچھ بھی فرض وواجب نہیں۔ اور جتنی دوریاں بڑھتی جائیں گی اتنی ہی ضروریات بڑھتی جائیں گی یہاں تک کہ دوسرے ملک کے باشندوں کے لئے فارم، فوٹو، ویزا، پاسپورٹ، ٹیکہ، اور بینک ڈرافٹ وغیرہا بہت سارے اُمور لازم وضروری ہیں۔ کہ جن پر حج کی ادائیگی کے لئے جانا منحصر ہے۔

اسی طرح جو لوگ زمانہ پاک رسالت مآب سے ایک دم قریب ہیں ان کو اطاعت خدا ورسول کے لئے سوائے قرآن وحدیث کے واقعی کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی اور جیسے جیسے دوریاں بڑھتی گئیں ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں ۔ یہاں تک کہ غیر مجتہد کے لئے کسی مجتہد کی پیروی لازم ہوگئی اور پھر دوسری صدی کے بعد ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید ناگزیر اور ضروری ہوگئی۔ شعر

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اور اب جو نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی اور نہ حنبلی وہ گمراہ ہے وہ نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی کا انتظار کرے اور نُصْلِہٖ جَهَنَّمَ کے لئے تیار رہے اور پھر سَاءَتْ مَصِيْراً کا انجام دیکھے۔

اب ہم جماعت اہلحدیث کے دادا بزرگوار مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی تصنیف "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کی ایک عبارت نقل کردیں جس کے ذریعہ شاہ صاحب کے قلم سے ہی اس اعتراض کا نہایت عمدہ جواب ہوجائے فرماتے ہیں:

فان قلت کیف یکون شیئی واحد غیر واجب فی زمان واجباً فی زمان آخر مع ان الشرع واحد.

قلت الواجب الاصلی ھو ان یکون فی الامة من یعرف الاحکام الفرعیه من ادلتها التفصیلیة اجمع علی ذالك اھل الحق ومقدمة الواجبة واجبة فاذا کان للواجب طرق متعددة وجب طریق من تلك

الطرق من غير تعين واذا تعين له طريق واحد وجب ذلك الطريق بخصوصه كما اذا كان رجل فى مخمصة شديدة يخاف منه الهلاك وكان لرفع مخمصة طرق من شراء الطعام والتقاط الفواكه من الصحراء واصطيادمايتقوت به وجب تحصيل شيئى من هذهِ الطرق لاعلى التعين فاذا وقع فى مكان ليس هناك صيدو فواكه وجب عليه بذل المال فى شراء الطعام وكذالك كان للسّلف طرق فى تحصيل هذا الواجب وكان الواجب تحصيل طريق من تلك الطرق لاعلى التعين ثم انسدت تلك الطرق الاطريق واحد فوجب ذلك الطريق بخصوصه وكان السّلف لايكتبون الحديث ثم صاريومنا كتابة الحديث واجبة لان رواية الحديث لاسبيل لها اليوم الابمعرفة هذه الكتب وكان السّلف لايشتغلون بالنحو والغة وكان لسانهم عربياً لايحتاجون الى هذه الفنون ثم صاريومنا هذا معرفة اللغة العربية واجبة لبعد العهد عن العرب الاول وشواهد مانحن فيه كثيرة جداً وعلى هذا ينبغى ان القياس وجوب التقليد لامام بعينه.

ترجمہ: اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک وقت

میں کوئی چیز واجب نہ ہو اور دوسرے وقت میں وہی چیز واجب ہو جائے درانحالیکہ شریعت ایک ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امر واجب دراصل یہ ہے کہ امت میں کوئی شخص ایسا ہونا چاہئے جو فروعی احکام شریعت کا علم اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ رکھتا ہو اس بات پر سب اہل حق متفق ہیں اور جس پر کوئی امر واجب موقوف ہوتا ہے وہ بات بھی واجب ہوتی ہے اور جب ادائے واجب کے متعدد طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک طریقے کو اختیار کرنا لازم ہوگا اس کے لئے کسی خاص طریقے کا تعین لازم نہیں اور جب اس کا ایک ہی طریقہ ہو تو خاص وہی طریقہ لازم ہوگا۔ جیسے کہ ایک شخص بھوک کی شدت میں مبتلا ہو اور اسے ہلاک ہو جانے کا ڈر ہے (اور جان بچانا واجب ہے) اور بھوک دور کرنے کے مختلف طریقے اس کے بس میں ہوں مثلاً کھانا خرید سکتا ہے، جنگل سے پھل توڑ سکتا ہے اور کسی حلال جانور کا شکار بھی کر سکتا ہے تو اس کو جان بچانے کے لئے بلا تعین ان میں سے کسی ایک طریقے کو شرعاً اختیار کرنا واجب ہوگا، لیکن وہ کسی ایسے مقام پر ہو جہاں نہ شکار ہو نہ پھل تو اس کے لئے صرف اور صرف ایک ہی طریقہ یعنی مال خرچ کر کے کھانا خریدنا واجب ہے (تو یہ کھانا خریدنا واجب نہیں لیکن جان بچانے کے لئے خریدنا واجب ہو گیا کیونکہ جان بچانا واجب ہے)

اسی طرح اسلاف کے پاس واجب اصلی (یعنی) احکام شرع سے واقفیت حاصل کرنے) کے اور بھی طریقے تھے اور ان طریقوں میں سے

کسی ایک کو اختیار کرنا واجب تھا کسی خاص طریقے کا تعین ضروری نہ تھا پھر جب سوائے ایک طریقے کے سارے طریقے ختم ہو گئے تو یہی مخصوص طریقہ (یعنی تقلید) واجب رہا، چنانچہ سلف میں حدیثیں نہیں لکھی جاتی تھیں لیکن آج حدیثیں لکھنا واجب ہے کیونکہ آج کتب احادیث کے سوا حدیثوں کی روایت کی اور کوئی صورت نہیں اسی طرح اسلاف علم نحو ولغت حاصل نہ کرتے تھے، کیونکہ عربی ان کی اپنی زبان تھی اور انہیں ان علوم میں سر کھپانے کی ضرورت نہ تھی لیکن ہمارے اس زمانے میں عربی زبان کا علم باقاعدہ حاصل کرنا واجب ہو گیا۔ کیونکہ سابقہ اہل عرب کا زمانہ بہت دور چلا گیا۔ اس طرح ہمارے اس بیان کی اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں (یعنی جس طرح نحو ولغت وکتابت احادیث اور ان کی اسناد کا حصول واجب ہے) اسی پر ایک معین امام کی تقلید کے واجب ہونے کو بھی قیاس کرنا چاہئے۔

(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص۲۲، مکتبہ ایشیق ٹرکی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ بیان لکھنے کے بعد ہمیں تقلید شخصی پر مذکورہ سوال کے جواب میں اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ البتہ پلٹ کر ان سے ایک سوال ہم بھی کر دیں۔

معترض صاحب یہ بتائیں کہ علم اسنادِ حدیث واحوال رواۃ اور نحو وصرف ولغت کا سیکھنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں ہے تو اہلحدیث کے مدارس میں یہ داخل نصاب کیوں ہے اور اگر کہئے کہ واجب ہے تو فرائض تو سب خدا اتار چکا وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گئی۔ تو اب کس آسمان سے کونسا فرشتہ کونسی وحی (معاذ اللہ) لے کر آیا کہ جس

سے اسناد حدیث واحوال رواۃ نحو وصرف ولغت کا سیکھنا واجب ہو گیا؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

سوال: اہلسنت وجماعت کی کیا تعریف ہے جب کہ مقلد نہ سنت سے دلیل لے سکے نہ جماعت صحابہ کے اجماع سے پھر اس کو اہلسنت وجماعت کیوں کہا جائے؟

جواب: ایک حدیث شریف میں ہے تم پر میری اور میرے راہ یاب ہدایت یافتہ جانشینوں کی سنت اور ان کا طریقہ لازم ہے اور دوسری حدیث میں سرکار نے فرمایا کہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ تو پہلی حدیث میں وارد لفظ سنت اور دوسری کا جماعت ملا کر اہلسنت والجماعت لفظ بن گیا گویا کہ اہلسنت وہ جماعت ہے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت پر ایمان رکھنے کے بعد آپ کے خلفاء اور جانشینوں محبوبانِ بارگاہ کو پیشوا اور مقتدا مانتی ہے۔ اور آپ کے طریقہ زندگی کو سمجھنے کے لئے ائمہ کرام کی تقلید بھی کرتی ہے اور مقلد سنت رسول تک ہی پہنچنے کے لئے ائمہ کرام کی تقلید کرتا ہے نہ کہ دولت مند امیر ورئیس ووزیر بننے کے لئے لہٰذا آپ کا یہ اعتراض بیکار ہے کہ مقلد سنت سے دلیل نہیں لے سکتا اور یہ سراسر آپ کا الزام اور بہتان ہے۔

بتایئے! کہاں کونسی کتاب میں کس نے لکھا ہے مقلد کے لئے مطلقاً سنت سے دلیل پکڑنا منع ہے البتہ وہ مسائل واحکام فرعیہ جو صاف اور صریح طور پر قرآن وحدیث میں مذکور نہیں ان میں عام آدمی سنت سے دلیل کیسے لائے گا۔ آپ بتایئے چوہا چھچھوندر اگر کھانے پانی میں منہ ڈال دے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اس

مسئلے کا جواب صرف کتاب وسنت سے دیجئے یعنی قرآن وحدیث میں چوہے اور چھچھوندر کا نام دکھائیے۔ یہ بھی بتائیے کہ بے ہوشی سے وضوٹوٹتا ہے کہ نہیں یعنی وضوتوڑنے والی چیزوں میں قرآن وحدیث کے اندر بے ہوشی کا لفظ دکھائیے اور کتاب وسنت یعنی صرف قرآن وحدیث سے دلیل لے کر یہ بھی بتائیے کو کوئی شخص ایک کلو بادام ڈیڑھ کلو بادام سے بیچے نقد یا ادھار تو سود وحرام ہے کہ نہیں؟

سوال: قیامت کے دن حمد الٰہی کا جھنڈا صرف پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا یا ان چاروں اماموں کے جھنڈے الگ الگ لہلہار ہے ہوں گے۔ حوض کوثر صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی ہوگا یا چاروں اماموں کے بھی ہوں گے اگر صرف حضور ہی کے ساتھ ہے تو ہم ادھر اُدھر منہ کیوں ماریں۔

جواب: لواء الحمد یعنی حمد الٰہی کا مخصوص جھنڈا تو ازروئے حدیث یقیناً سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے دست پاک میں ہوگا۔ لیکن آپ بتائیے کہ چاروں امام جنہوں نے عمر بھر عبادت وریاضت درس وتدریس اور سرکار کے دین کی خدمت کی وہ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے یا نہیں؟ اور جب وہ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے تو جوان کے ساتھ ہوگا ان کے دامنوں سے لپٹا ہوگا اور ان کے قدموں میں گرا ہوگا وہ بھی اس جھنڈے کے نیچے آئے گا کہ نہیں؟

یونہی حوض کوثر کے مالک تو بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لیکن آپ بتائیے کہ حوض کوثر کے یہ جام ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل کو سرکار کے دست پاک سے ملیں گے یا نہیں؟

اور جب یہ حضرات حوض کوثر کی طرف بڑھیں گے تو ان کے مقلدین و متبعین و نام لیوا ان کے پیچھے پیچھے قطاروں میں چلیں گے تو کیا یہ اپنے جانثاروں کو دھکے دے کر بھگائیں گے؟

اور بتایئے مقتدی امام کے پیچھے ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مالک حوض کوثر سرکار ہیں لواء الحمد یومئذ بیدی آپ ہی کے لئے زیبا ہے لیکن قرآن کریم (پارہ ۱۵، رکوع ۷) کی یہ آیت کریمہ کیوں بھول گئے جس میں رب فرماتا ہے:

یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ م بِاِمَامِهِمْ۔
یعنی روز قیامت ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اور قرآن کریم ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے صدقے میں ان کے امتیوں سے صدیقین و شہداء اور صالحین یعنی خدائے تعالیٰ کے نیک بندے بروز قیامت مواقع رحمت و جنت میں تنہا نہیں ہوں گے بلکہ اپنے ساتھ کچھ اوروں کو بھی لئے ہوں گے۔ دیکھئے رب فرماتا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا۔

"جو اللہ و رسول کا حکم مانے تو ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔" (سورۂ نساء، پارہ ۵، رکوع ۶)

یہ تو طے ہے کہ یقیناً شفاعت کبریٰ کا تاج آمنہ کے لال مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سجایا جائے گا اور حوض کوثر اور لواء الحمد

کے حقدار بروز قیامت مالک و مختار آپ ہی ٹھہرائے جائیں گے لیکن احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کے صدقے میں آپ کی امت کے کچھ مبارک افراد نفوس قدسیہ بھی خلق خدا کو راحت پہنچائیں گے۔ رحمت الٰہی کی بارشوں میں غسل کرائیں گے، گناہوں خطاؤں کی ناپاکی سے چھٹکارا دلائیں گے۔ اور اپنی شفاعت سے جنت عطا فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ملاحظہ فرمائیے چند احادیث۔

حدیث: بخاری و مسلم میں ہے:

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّبِيُّوْنَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ۔ الخ الحديث

خدائے تعالیٰ فرمائے گا (بروز قیامت فرشتے بھی شفاعت کر چکے انبیاء بھی اور ایمان والے بھی اب صرف ارحم الرحمین باقی رہا پھر اپنے دست قدرت کی ایک مٹھی بھر کر جہنم سے نکالے گا۔ (صحیح مسلم جلد ۱، ص ۱۰۳، اور مشکوٰۃ شریف، باب الحوض والشفاعۃ، ص ۴۹۰)

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ مومنین سے فرمایا جائے گا: اخرجوا من عرفتم یعنی تم جس کو پہچانتے ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔

اب بتائیے یہاں تو حدیث میں عام مومنین کی شفاعت کا یہ حال ہے پھر ائمہ اربعہ خاص کر سیدنا امام ابوحنیفہ جیسے کامل الایمان جنہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہو بروز قیامت ان کی فیض رسانی، نفع بخشی، اور جنت نوازی کا کیا عالم ہوگا۔

حدیث: ترمذی، دارمی، اور ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي الْجَدْعَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَۃِ رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَکْثَرُ مِنْ بَنِیْ تَمِیْم۔

''حضرت عبداللہ بن ابی جدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں جائیں گے جن کی تعداد قبیلہ بنو تمیم کے افراد سے بھی زیادہ ہوگی۔'' (مشکوٰۃ ص ۴۹۴، ترمذی جلد ۲، ص ۶۷، باب ماجاء فی الشفاعة)

حدیث: مشکوٰۃ شریف اور ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثَلٰثَۃٌ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ۔

''سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بروز قیامت تین گروہ شفاعت فرمائیں گے پہلے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔ (ابن ماجہ ص ۳۳۰، باب ذکر الشفاعة، مشکوٰۃ ص ۴۹۴، باب الحوض والشفاعة)

حدیث: ترمذی شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَشْفَعُ الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَشْفَعُ لِلْقَبِیْلَۃِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَشْفَعُ لِلْعُصْبَۃِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ ھٰذَا حدیث حسن۔ ۱۲

میری امت کے کچھ لوگ کئی جماعتوں کی شفاعت کریں گے اور کچھ ایک قبیلے کی اور کچھ چند لوگوں کی اور کچھ صرف ایک شخص کی یہاں تک کہ یہ لوگ ان کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔
امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی جلد۲، ص ۶۷، باب ماجاء فی الشفاعة)

ان احادیث کے ہوتے ہوئے کوئی بالکل کھلا گمراہ ہی ہوگا۔ جو بروز قیامت امت محمدی کے علماء وصلحاء وائمہ کی شفاعت کا مطلقاً انکار کرے اور یہ بکواس کرے کہ حمد الٰہی کا جھنڈا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا اور مالک حوض کوثر آپ ہوں گے پھر ہمیں اِدھر اُدھر منہ مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ بھی جان لیجئے کہ حضور کے جانشینوں کی تقلید اِدھر اُدھر منہ مارنا نہیں بلکہ حضور کی ہی اطاعت اتباع اور پیروی ہے۔
اور حدیث شریف میں نام لے کر علماء کے لئے فرمادیا گیا کہ قیامت کے روز ۳ گروہ شفاعت فرمائیں گے۔ انبیاء، علماء اور شہداء، تو ائمہ اربعہ سیدنا امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو ایسے علم والے ہیں کہ لاکھوں علماء عالم کو ان کی غلامی پر فخر ہے۔
خلاصہ یہ کہ آیات قرآنیہ واحادیث مصطفویہ سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ بروز قیامت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار فیض عام تو سجا ہی ہوگا۔ آپ کی امت کے علماء وصلحاء وشہداء کی کرم فرمائیوں، بندہ نوازیوں اور غلام پروری کے جلوے بھی قابل نظارہ ہوں گے۔

سوال: اگر کسی مقلد کے پاس کوئی صحیح حدیث پہنچے اور وہ اس کے امام کے قول کے خلاف ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے اور جو یہ کہہ کر اس حدیث کو ٹال دے کہ

یہ میرے مذہب میں نہیں وہ مسلمان رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا۔

جواب: یہ سوال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ آج اسے یہ پتہ کیسے چلے گا کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون غیر صحیح۔ یہ پتہ کرنے کے کون کون سے راستے ہیں ان سب کی وضاحت کرنا بھی آپ پر لازم ہے۔ حیرت ہے چودہ سو کچھ سال ہو گئے پیغمبر اسلام علیہ السلام کے وصال مبارک کو اور ان کی حدیثوں کے صحیح وسقیم ہونے کا فیصلہ اب ہو گا۔ آپ کو یہ بھی لکھنا چاہئے تھا کہ کس امام کے مذہب میں کون کون سے مسئلے کس کس صحیح حدیث کے خلاف ہیں؟ اور اس حدیث کے صحیح ہونے پر کس نے مہر لگائی ہے؟ اور وہ مہر لگانے والا اس امام کے ہم پلہ اور برابر ہے یا نہیں؟ اور وہ مذہب امام کے خلاف حدیث کو صحیح کہنے والا اس امام سے بعد میں پیدا ہوا یا پہلے؟ اور کن کن وجوہ سے حدیث صحیح ہو جاتی ہے اور ان وجوہ میں سے کتب اصول میں عمل اہل علم واجتہاد بھی ہے کہ نہیں؟ اور امام ترمذی نے جمع بین الصلاتین کے بیان میں ایک حدیث کے راوی حنش بن قیس کو ضعیف قرار دے کر اور حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کر کے یہ جو فرمایا ہے کہ **والعمل علیٰ ھذا عند اھل العلم** اس کا کیا مطلب ہے؟

خلاصہ کلام یہ کہ مقلد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب پر قائم رہے کیونکہ وہ اس امام سے زیادہ حدیث کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کو نہیں جانتا۔ اور جو کچھ جانے گا وہ کسی محدث کی کتاب میں پڑھ کر یا کسی مولوی کی زبان سے سن کر تو وہ بجائے اپنے امام کے اس محدث یا مولوی کا مقلد ہو جائے گا۔ یعنی اس کو اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا پڑے گا۔ تو پھر

اس پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنے امام ہی پر کیوں نہ بھروسہ کرے، خواہ مخواہ اِدھر اُدھر منہ مارتا پھرے اور بالفاظ حدیث منافق کہلائے۔

حضرت امام محمد غزالی فرماتے ہیں:

مخالفته للمقلد متفق على كونه منكراً بين المُحصّلين

سارے بڑے بڑے علم والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا شریعت کے خلاف اور بری بات ہے۔

(احیاء علوم الدین جلد ۲، کتاب الامر بالمعروف الباب الثانی الرکن الثانی، ص ۳۲۱، مطبوعہ سورت)

اور یہی امام غزالی کیمیاء سعادت میں یوں لکھتے ہیں:

مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزد ہیچکس روا نبود

اپنے امام کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(کیمیائے سعادت اصل نہم، ص ۳۹۵، مطبوعہ تہران، ومترجم اُردو ص ۴۲۹ مطبوعہ ادبی دنیا مٹیا محل دہلی)

یہ امام غزالی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے علم و فضل پر امت مسلمہ کو ناز ہے۔ اور خود شاہ ولی اللہ صاحب بھی فرما گئے۔

والمرجح عند الفقهاء ان العامى المنتسب الى مذهب له مذهبٌ فلا تجوز له مخالفته

اہل علم میں یہ بات طے ہو چکی کہ عام آدمی جو کسی مذہب کی طرف منسوب ہے اور اس کا مقلد ہے اس کے لئے اس مذہب کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ (عقد الجید ص ۵۲، باب پنجم مطبوعہ استانبول ترکی)

خیال رہے کہ کتابوں کی شکل میں حدیث لکھنے کا کام باضابطہ طور پر حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دو سال گزرنے کے بعد ہوا ہے۔ تو اس دو سو سال کے عرصے میں کون سی حدیث کس کس سے روایت ہو کر کس طرح کس کے پاس پہنچی اس سب کی چھان پھٹک اہلحدیث مولوی بتائیں یہ آج کس کے بس کی بات ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث یا نقل حدیث یا اسماء الرجال کی جتنی کتابیں آج پائی جاتی ہیں اور جن کو پڑھ پڑھ کر نا مقلدین صحیح وغیر صحیح کے فیصلے کرتے ہیں، ان سب کے مصنفین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کم از کم سو سال بعد کے ہیں۔

معترض صاحب صاف صاف بتائیں کہ کسی کتاب میں پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حدیث ایسی ہے اور یہ ایسی یہ اس کتاب لکھنے والے پر اعتماد اعتبار بھروسہ اور اس کی تقلید ہے یا نہیں؟ مقلدین سے ہر بات کی دلیل کا مطالبہ قرآن وحدیث سے کرنے والے اور ائمہ اربعہ کی تقلید کو قرآن وحدیث کے خلاف اور حرام، یہاں تک کہ شرک لکھنے والے اگر شرم وحیاء رکھتے ہیں تو بتائیں کونسی آیت اور کس حدیث میں ہے کہ امام بخاری اور ترمذی بلکہ امام احمد اور ابن احمد ذہبی جس حدیث کی تصحیح و تجریح کر دیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے؟

قرآن وحدیث میں کہاں آیا ہے کہ ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی وابن عدی ودار قطنی، یحییٰ بن قطان، یحییٰ بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق و درست وصحیح ہے؟

جب احکام ومسائل میں آپ کے نزدیک امام اعظم وامام شافعی ومالک واحمد بن حنبل ناقابل اعتبار ہیں اور ان کی ماننا حرام ہے تو پھر حدیثوں کی

صحت وجرح میں ان مصنفین، ناقدین، محدثین کی کیوں مانی ہے۔
اور طرفہ یہ کہ محدثین تو خود ہی مقلدین تھے تو ان کی لکھی کتابیں تو آپ کو چھونا بھی نہیں چاہئے اور ان کے مقلد ہونے کا اقرار خود آپ کے بڑے مولانا صاحب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی کیا ہے۔ ائمہ شافعیہ کی صنف ثانی یعنی جو صحبت سے مشرف نہ ہوئے ان کا ذکر کرتے ہیں:

واما الصنف الثانی فمنهم محمد بن ادریس الرازی محمد بن اسماعیل البخاری، ومحمدبن علی حکیم الترمذی۔

یعنی دوسری قسم کے ائمہ شافعیہ میں سے محمد بن ادریس رازی محمد بن اسماعیل بخاری اور حکیم ترمذی ہیں۔ (ابجد العلوم، ص۱۱۸)
اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

ومن هذا القبیل محمد بن اسماعیل البخاری فانه معدود فی طبقات الشافعیة۔

اور اس قسم کے افراد میں محمد بن اسماعیل بخاری بھی ہیں کیونکہ ان کا شمار بھی شافعی طبقات میں ہے۔ (الانصاف، ص۳۱)
الحاصل منکرین تقلید (جماعت اہل حدیث) بتائے ان کے یہاں حدیث کے کھرے کھوٹے کو پرکھنے کا معیار کیا ہے سوائے اس کے کہ بخاری ومسلم میں جو دیکھ لیا اس پر ایمان لے آئے تو ذرا یہ ہی بتایئے کہ بخاری ومسلم کی ساری حدیثوں کو صحیح مانتے ہوئے کیا ان پر آپ کا عمل ہے؟
بخاری ومسلم کی سیکڑوں احادیث ایسی ہیں جن پر آپ کا عمل نہیں میں ایسی حدیثوں کی ایک لمبی فہرست پیش کرسکتا ہوں اور ضرورت پڑی اور بات

آ گی بڑھی تو کی بھی جائے گی اور آپ کا یہ اعتراض کہ مقلد کو حدیث صحیح ملے تو اسے کیا کرنا چاہئے جب کہ وہ حدیث اس کے امام کے خلاف ہو اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے مستقل ایک کتاب ۱۳۱۳ھ میں یعنی اب سے تقریباً ایک سو ۱۰۵ پندرہ سال پہلے تصنیف فرمائی جس کا نام (الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذهبی) ہے بڑے سائز کے ۲۵ صفحات پر مشتمل ایک کتاب میں جماعت اہلحدیث کے سارے مکر و دجل، کید و فریب ہباء منثورا کردیئے۔ سو سال سے زیادہ گزرنے کے باوجود آج تک اس عظیم کتاب کی طرف سے پوری جمعیۃ میں سناٹا ہے اور کوئی سورما ایسا پیدا نہ ہوا جو اس کے جواب کی ہمت کرتا۔ اور آج تک منکرین تقلید کے قلم خاموش ہیں پھر بار بار اس سوال کو دہرانا کس قدر بے حیائی ڈھٹائی اور بے غیرتی ہے۔ یہی تا کہ میاں ہراتے رہے ہیں ہاری ہی نہیں۔

اور آج بھی نامقلدین میں کوئی ایک بھی غیرت دار ہے تو امام اہلسنت کے اس مبارک رسالے کا جواب لکھے۔ اور جب پورے گروہ میں کسی کے بس کی بات نہیں تو سب جلدی توبہ کر کے مقلد بنیں حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔ اور صرف ایک یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ خاص وہابیہ غیر مقلدین کے رد و ابطال میں مسئلہ تقلید اور دوسرے عقائد و احکام سے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے اور بھی کئی مبسوط و مفصل رسائل ہیں۔

مثلاً:

(۱) النهی الاكيد عن الصلاة وراء عدی التقليد.

(۲) النیرا الشھابی علی تدلیس وھابی
(۳) السّھم الشھابی علی خداع الوھابی۔
(۴) الکوکبۃ الشھابیہ فی کفریات ابی الوھابیہ

وغیرہا کتب امام اہلسنت اور دوسرے علماء اہلسنت کی سیکڑوں کتابوں کا جواب لکھے بغیر سوالات کو دہرائے جانا اور انہیں شائع کرتے رہنا بے حیائی نہیں تو حیاء وشرم کا کونسا حصہ ہے۔

سوال: ظاہر ہے کہ چاروں اماموں کا وجود بہ حیثیت امام پہلی صدی میں نہ تھا بس پہلی صدی کے لوگ مقلد ہوئے یا غیر مقلد؟

جواب: اس کا جواب بار بار آچکا ہے۔ اور خوب اچھی طرح سمجھایا جاچکا ہے کہ تقلید کی ضرورت اس دور میں بربنائے قرب عہد رسالت نہ تھی اور جیسے جیسے اس مبارک دور سے دوریاں بڑھیں۔ شریعت پر چلنے کے لئے ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں انہیں ضرورتوں میں سے تقلید بھی ہے۔

آپ بتایئے کہ کیا پہلی صدی میں بخاری و مسلم تھیں؟ ترمذی و ابوداؤد تھیں؟ مصطلحات حدیث تھیں۔ قرآن کریم پر اعراب تھے کیا نحو وصرف لغت سیکھنے سکھانے کا رواج تھا؟ کیا قرآن کریم کے ترجمے تھے؟ پہلی صدی میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سب چیزوں کو آپ چھوڑ دیئے پھر ہم سے پوچھیئے کہ پہلی صدی میں تقلید تھی یا نہیں؟ اور چلتے چلتے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک فرمان اور ملاحظہ کیجئے اپنی مشہور کتاب "عقد الجید" میں فرماتے ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کثیرۃ۔

جاننا چاہئے کہ ان چار مذاہب کو اختیار کرنے میں بہت بڑی مصلحت ہے اوران سے گریز کرنے میں بہت بڑی خرابی ہے۔

(عقدالجید فی احکام الاجتهاد والتقلید، ص ۳۷)

سوال: مجتہد کو بھی تقلید کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب: جو مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہو یعنی اتنا علم رکھتا ہو کہ مسائل کا اجتہاد کر سکے اس کے لئے قرآن وحدیث کافی ہے اسے تقلید کی کوئی ضرورت نہیں مجتہد کو کتنا علم چاہئے۔اس کی طرف ہم اشارہ کتاب کے شروع میں کر چکے ہیں۔ گزشتہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ میں کوئی مستقل مجتہد فی الشرع پیدا نہ ہوا۔ البتہ ایک جماعت ایسی پائی جاتی ہے جس میں بزعم خود ہر شخص مجتہد ہے۔

سوال: مقلد قرآن وحدیث سے دلائل پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو مسائل قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور ہی نہیں یا جن مسائل کے بارے میں احادیث مختلف آئی ہیں ان میں وہ دلیل قرآن وحدیث سے کیسے لائے گا؟ ان میں اس کے لئے اس کا امام کافی ہے۔ البتہ جو مسائل قرآن وحدیث سے ضرورۃً صراحتاً ثابت ہیں۔ ان میں یقیناً قرآن ہی سے دلیل دے گا۔

سوال: مجتہد کسے کہتے ہیں کیا چودہ سو سال میں مجتہد صرف چار ہوئے؟

جواب: مجتہد کی تعریف کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے مجتہد اور بھی بہت ہوئے لیکن ان کے مذاہب مستعملات آج مکمل ومبوب نہیں پائے جاتے لہذا ان کی تقلید کیسے کی جائے گی۔

یہ دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

وليس مذهب في هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الاهذه المذاهب الاربعة۔

یعنی اب اس کے بعد والے زمانے میں اس انداز پر سوائے ان چار مذہبوں کے کوئی مذہب نہیں پایا جاتا۔ (عقد الجید ص ۳۷)

اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جو آپ کے دھرم گرو ہیں وہ لکھتے ہیں:

ولا ننكر على من قلد احدالاربعة دون غيرهم لعدم ضبط مذاهب الغير۔

یعنی ہم چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کے مقلد کو برا نہیں مانتے ہاں جو ان چاروں کے سوا کسی اور کی تقلید کرے اس کو برا مانتے ہیں۔ چونکہ اوروں کے مذہب محفوظ نہیں۔ (صیانۃ الانسان صفحہ ۴۸۲ مطبوعہ نجد)

سوال: ان چاروں اماموں کی تعلیم کیا بذریعہ وحی ہوئی وغیرہ وغیرہ ہفوات اُخر؟

جواب: وحی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ کسی اور کے لئے شرعاً محال یہ بات تو مسلمانوں کے بچے بھی جانتے ہیں۔ ایسا سوال آپ کی بڑی نادانی و دریدہ دہنی ہے۔ البتہ ائمہ کرام کو علوم نبوی صحابہ و تابعین کے ذریعہ پہنچے صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ سَيِّدِهِمْ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ہمارا عقیدہ تو یہی ہے کہ وحی اصطلاحی صرف اور صرف خاصہ انبیاء ہے لیکن آپ کی جماعتی کتابوں میں ضرور لکھا ہے کہ آپ کے مشائخ پر وحی آتی تھی اور وہ براہ راست بغیر کسی وسیلے کے خدائے تعالیٰ سے فیض پاتے تھے یہ دیکھئے آپ کے شاہ اسماعیل شہید اپنی تالیف "صراط مستقیم" میں اپنے پیر و مرشد سید احمد رائے بریلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جل وعلیٰ نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص

اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع و بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔ (صراط مستقیم، مترجمہ مولانا اسماعیل دہلوی، مطبع ادارہ الرشید دیو بند، ص ۲۲۱)

تھوڑا آگے چل کر بھی مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اسی کتاب میں اپنے نہیں شیخ صاحب کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اس مجلس کے اختتام کے بعد کاتب الحروف (شاہ اسماعیل) کی طرف توجہ ہو کر فرمایا کہ آج حق تعالیٰ نے محض اپنی عنایت سے بلاواسطہ کسی کے نسبت چشتیہ کا اختتام ہمیں ارزانی کیا۔" (صراط مستقیم، ۲۲۳)

اب بتائیے جماعت اہلحدیث یہ آپ کے گھروں کی داستان کس قدر بھیانک ہے یہ خدائے تعالیٰ سبوح وقدوس کی طرف سے سید احمد رائے بریلوی کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر امور قدسیہ کی بارش برسانی اور یہ بلا واسطہ رب قدیر کی جانب سے نسبت چشتیہ کی ارزانی یہ سب کیا ہے۔ آخر اور کسی چیز کو تھوڑی کہتے ہیں وحی ربانی، بلکہ یہاں تو جناب جبرئیل امین کو بھی نظر انداز کر دیا۔ بلاواسطہ اور ہاتھ میں ہاتھ لے کر اللہ تعالیٰ سے بات چیت ہو رہی ہے۔ (نعوذ باللہ من الکاذبین)

اہلحدیث مولوی کی سوالات دہرانے کی عادت

الحمد للہ! جماعت اہلحدیث کے سارے سوالات کا جواب مکمل و مدلل ہم نے دیا ہے۔ کتابچے میں بہت سے سوالات بار بار ذکر کر کے نمبر کا عدد بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً سوال نمبر ۷ میں لکھتے ہیں اگر چاروں اماموں سے پہلے تقلید جاری تھی یا نہیں اور تھی تو کس کی؟ پھر نمبر ۸ میں لکھتے ہیں کہ اگر چاروں اماموں سے پہلے تقلید جاری تھی تو کس امام کی تقلید جاری تھی اور پھر سوال نمبر ۹ میں ہے کہ چاروں اماموں سے پہلے جس امام کی تقلید جاری تھی اس کا نام کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ناظرین خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ سوالات لکھنے کا کیا بچکانہ انداز ہے۔ اور بھی متعدد جگہ سوالات کو دہرا کر خواہ مخواہ کاغذ کالے کئے ہیں جو ایک مذاق سی معلوم ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۲۲ میں ہے مقلد قرآن وحدیث کا مطلب سمجھ سکتا ہے یا نہیں اصول وفقہ کی کتابوں میں بھی ہے کہ مقلد قرآن وحدیث سے دلیل لے ہی نہیں سکتا۔ پھر اسی کے آگے سوال نمبر ۴۴ میں ہے مقلد قرآن وحدیث سے دلیل پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

بہر حال ہم اپنا کام انجام کو پہنچا چکے کوئی سوال ایسا نہیں بتایا جا سکتا کہ جس کا جواب ہمارے بیانات سے ظاہر نہ ہو گیا بلکہ بعض وہ شبہات بھی رفع کر دیئے گئے ہیں جہاں ان کا وہم وگمان بھی نہ پہنچا ہو۔ اب ہمیں قبولیت حق کا انتظار ہے اور ان کے سارے سوالات کا جواب شافی وکافی لکھنے کے بعد اب ہم بھی منکرین تقلید سے کچھ سوالات کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

جماعت اہلحدیث منکرین تقلید سے

چند سوالات

ان میں کافی سوالات تو وہ ہیں جو اس کتاب میں جواب لکھتے وقت ضمناً آ گئے ہیں لیکن یہاں ان کا ہم اعادہ کر دیں گے تا کہ ہمارے سوالات کا جواب لکھنے میں انہیں آسانی ہو اور تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو۔

(١) آپ لوگوں نے اپنے فرقے گروہ اور پارٹی کا نام اہلحدیث کیوں رکھا؟ یعنی جب آپ کی پارٹی وجود میں آئی تھی تو آپ نے اس کا نام اہل قرآن وحدیث کیوں نہیں رکھا تا کہ قرآن وحدیث دونوں پر عمل ظاہر ہو یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ حدیث والا ہونے کے لئے قرآن والا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن والا ہونے کے لئے حدیث والا ہونا بھی ضروری ہے تو پھر صرف اہل قرآن پر اکتفاء کیوں نہیں کیا۔ حالانکہ قرآن مرتبے میں حدیث سے بڑھ کر ہے۔

(٢) آپ لوگ ہر بات کی دلیل صرف قرآن وحدیث سے مانگتے ہیں تو قرآن وحدیث سے ثابت کیجئے کہ خود کو اہل حدیث کہلوانا کہاں آیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اہل حق کو مسلمان اور مومن کہا جاتا تھا یا اہلحدیث؟

(٣) تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے مذہب یعنی انکار تقلید کی بنیاد اب سے دو سو سال

قبل مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی تھی تو اس سے پہلے کے کروڑوں اہل اسلام کیا باطل پرست تھے؟ اگر نہیں تو آپ کا مذہب مکمل باطل ہوا یا نہیں؟

(۴) مولوی اسماعیل دہلوی، میاں نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن خاں بھوپالی اور ثناء اللہ امرتسری یہ سب ادھر دو سو سال کے اندر کے ہیں اور ہندوستان میں اسلام کو آئے ہوئے گیارہ بارہ سو سال ہو گئے تو آپ کے ان مولویوں سے قبل ہزار یا نو سو سال میں جو ہزاروں علماء ہوئے وہ سب مقلد تھے یا غیر مقلد۔ اگر وہ تقلید کے مخالف تھے تو بتائیے ان میں سے کس کس نے تقلید شخصی کی مخالفت میں کون کون سی کتاب لکھی ہے۔ اور ان کتابوں کے مصنفین کے نام کیا ہیں؟ ذرا تفصیل سے جواب لکھئے گا۔

(۵) دور عالمگیری میں بادشاہ محی الدین حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر نگرانی و سربراہی میں فقہ حنفی پر مشتمل ہندوستان کا آئین بنام فتاویٰ ہندیہ یا فتاویٰ عالمگیریہ تیار کیا گیا تھا اور اس میں ہندوستان کے چوٹی کے تقریباً سارے علماء شریک و معاون تھے۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب بھی اس علماء کمیشن کے ایک اہم رکن تھے۔ تو اس وقت آپ کی، حنفیت اور تقلید کی مخالف جماعت کہاں تھی؟ تھی بھی یا نہیں اور اگر تھی تو وہ کہاں سو رہی تھی؟ اور اس دور میں ہندوستان کے یہ سارے علماء مع بادشاہ کے گمراہ تھے یا راہ یاب؟

(۶) آپ کی اہلحدیث پارٹی کے ممدوح و محمود، مقصود و مطلوب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی مقلد ہیں اس کا اقرار خود آپ لوگوں کو بھی ہے یہاں تک کہ اسی پیش نظر کتابچے پر تقدیم و پیش کش لکھنے والے مشہور و معروف اہلحدیث عالم و مصنف مولوی رضاء اللہ صاحب عبدالکریم مدنی نے بھی یہ

اقرار کیا ہے اپنی تصنیف "مسئلہ قرأت کی حقیقت" میں شیخ کے مقلد ہونے پر بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے بلکہ جو ان کو مقلد نہ مانے اس کا ردوابطال کیا ہے۔ اور شیخ کے لڑکے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے حوالے سے شیخ کی ایک کتاب کا اقتباس یوں نقل کیا ہے۔ میں مدنی صاحب کا کیا ہوا ترجمہ نقل کررہا ہوں۔

ملاحظہ فرمایئے!

"یعنی بلاشبہ ہمارا مذہب اصول دین میں اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے اور ہمارا طریقہ سلف کا طریقہ ہے اور ہم بھی فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں۔ چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید کرنے والے پر ہم نکیر نہیں کرتے ہاں ان کے علاوہ جو لوگ غیروں کی تقلید کرتے ہیں تو چونکہ ان کے مذہب مدون ومضبوط نہیں ہیں جیسے روافض زیدیہ اور امامیہ اور ان کے مثل تو ہم ان کو ان کے مذہب کی کسی بات پر عمل کرنے کی اجازت ان کے مذہب فاسد ہونے کی بناء پر نہیں دیتے بلکہ ان کو ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) میں سے کسی ایک کی تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔"

(صیانۃ الانسان ص ۵۸۲، مطبوعہ ریاض، بحوالہ مسئلہ قرأت کی حقیقت)، ص: ۵۱، مطبوعہ دار الحکم رچھا، ضلع بریلی،)

شیخ کا یہ بیان نقل کرنے کے بعد اہل حدیث عالم مولوی مدنی صاحب آگے لکھتے ہیں:

یہ عبارت اور اس جیسی دسیوں شہادتیں شیخ کی کتابوں میں ملتی ہیں جو صریحا اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ شیخ امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔

پتہ نہیں کونسی شراب کے نشے میں تھے مولانا مدنی صاحب جس وقت یہ سب نقل کرر ہے تھے۔ کیا بھولا پن ہے۔ قربان جائیے کیسی سادگی ہے؟ کہ اپنے گھر کی سب پول کھولے دے رہے ہیں اور نا مقلد ہو کر بھی اپنے دھرم گرو کے مقلد اور پکے مقلد ہونے بلکہ اپنے متبعین کو کسی امام کی تقلید پر مجبور کرنے والے تقلید کے عاشق ودیوانہ ہونے کا صاف اعلان ہی نہیں بلکہ اس کو انہیں کی کتابوں کے حوالے سے مزین ومبرہن فرمارہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی باوجود مقلد ہونے کے آپ کے لئے قابل تعریف وستائش ہیں۔ آپ کے محبوب ومعشوق مطلوب ومقصود ہیں۔ تو پھر بچارے عوام مسلمین مقلدین نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ ان کے پیچھے آپ ہاتھ دھوکر کیوں پڑے؟ یہ تقلید کے اوپر اعتراضات کرنے اور سوالنامہ شائع کرنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی؟ تقلید کرنے والے حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں کے خلاف طوفان کھڑا کرنے والو اور تقلید شخصی کو بدعت وگمراہی بتانے والو اگر ذرا بھی شرم ہے تو بتاؤ کیا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، بدعتی وگمراہ اور جہنمی تھا کیونکہ حدیث شریف میں ہر بدعت کو گمراہی اور ہر گمراہی کو جہنم میں فرمایا گیا ہے تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بدعتی جہنمی ہونے کا اعلان کرو۔ کیوں وہ مقلد تھا خود کو حنبلی کہتا تھا جس کا اقرار آپ لوگوں کو بھی ہے۔ یہ مت کہہ دینا کہ ہم اس کے بھی پیروکار نہیں ہے یہ بتاؤ کہ وہ مقلد ہوکر بدعتی تھا کہ نہیں؟

(۷) موجودہ سعودی کی حکومت اور اس کے ذمے دار علماء اور ائمہ مساجد خاص کر مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امام مقلد ہیں یا غیر مقلد۔ اگر وہ غیر مقلد

ہیں تو ان کی کتابوں اخبارات ورسائل سے ان کے غیر مقلد ہونے کا ثبوت دیجئے اور وہ مقلد ہیں تو ان کے بدعتی اور جہنمی ہونے کا اعلان کیجئے اور ان کے خلاف فتویٰ شائع کیجئے ورنہ ہم یہ سمجھیں گے کہ چونکہ آپ کو وہاں سے بھاری بھاری رقمیں حاصل ہوتی ہیں اس لئے وہ مقلد ہو کر بھی آپ کے آقا ومولیٰ وماویٰ بنے ہوئے ہیں اور بیچارے غریب ہندوستانی عوام مقلدین کو آپ نے خوانخواہ پریشان کر رکھا ہے انہیں آپ تقلید کی وجہ سے بدعتی اور جہنمی کیوں کہتے رہتے ہیں اور تقلید شخصی پر اعتراضات اور یہ سوالنامے آپ یہاں کیوں شائع کر رہے ہیں ان کو سعودی عرب میں کیوں تقسیم نہیں کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی بتایئے کہ سعودیہ عربیہ خاص کر حرمین شریفین کی مسجدوں میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں یا آٹھ اور جمعہ کے لئے اذانیں دو ہوتی ہیں یا ایک۔

(۸) تقلید اور عدم تقلید یعنی مقلد اور غیر مقلد ہونے کا اختلاف اصولی ہے یا فروعی اگر یہ اختلاف اصولی ہے یعنی مقلدین سب کے سب گمراہ ہیں۔ اسلام سے خارج ہیں تو سارے مقلدین جو ہوئے اور جو ہیں ان سب کے بارے میں خاص کر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے گمراہ واسلام سے خارج ہونے کا اعلان کرو۔ اور اگر یہ اختلاف فروعی ہے یعنی کوئی خاص بات نہیں بلکہ ہلکا پھلکا معاملہ ہے اور دونوں فریق صحیح ہیں اور دونوں ہی جنت کے حقدار ہیں تو پھر آپ مقلدین کو بدعتی کیوں کہتے ہیں اور آپ کے نمائندے گاؤں گاؤں، محلے محلے مقلدین میں گھس گھس کر خرافات کیوں پھیلاتے ہیں۔ تراویح آٹھ ہیں یا بیس؟ رفع یدین آمین بالجہر اور قرأت خلف الامام کے مسائل میں لوگوں سے جھگڑا کیوں کرتے ہیں

اور نا مقلدیت کا پرچار کیوں کرتے ہیں۔
حنفی ،شافعی، مالکی، اور حنبلی کا اختلاف فروعی ہے۔ یعنی سب ایک دوسرے کو حق پر خیال کرتے ہیں۔تو کہیں سنا کہ کوئی حنفی شافعیوں میں یا حنبلی مالکیوں میں گھس کر اپنے مسلک کا پرچار کرتا ہو یہاں تک کہ نوبت جھگڑے تک کی آئی ہو؟ فروعی اختلاف تو یہ ہے کہ جب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے تو انہیں کے مسلک کے موافق وہاں نماز پڑھی۔
اس واقعے کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ''الانصاف'' صفحہ ۲۸ پر نقل فرمایا ہے۔ان کی عبارت یہ ہے:

وصلی الشافعی رحمة الله تعالیٰ علیه قریباً من مقبرة ابی حنفیة فلم یقنت تادباً معهٗ.

(۹) آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کافی ہے کسی امام کی تقلید کو قرآن وحدیث کی نافرمانی اور اس پر زیادتی بتاتے ہیں۔تو جب قرآن وحدیث کافی ہے تو آپ کے مولوی کتابیں کیوں لکھتے ہیں رسائل وجرائد کیوں چھاپتے، بانٹتے اور بیچتے ہیں۔شاید آپ فرمائیں ہمارے مولوی کتابیں قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے لکھتے ہیں تو پھر مقلدین ائمہ کو بھی یہ کہنے دیجئے کہ ہم بھی ائمہ کرام کی تقلید قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے کرتے ہیں اور بیشک تقلید ائمہ قرآن وحدیث کو صحیح معنی میں سمجھنے اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے نزدیک مشائخ ملت اکابر اُمت کی تصنیفات ہدایہ، فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ عالمگیری، تو بدعت ہو جائیں اور آپ کے مولویوں کی معیار الحق

اور فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ نذیریہ، عین قرآن وحدیث ہو جائیں۔

پہلے اپنے مولویوں کی کتابیں چھاپنا، بیچنا، پڑھنا، پڑھانا بند کرو۔ تاکہ بقول آپ کے قرآن وحدیث کے علاوہ کسی کی ضرورت نہ رہے پھر ہم سے کہو کہ آپ لوگ امام اعظم وشافعی ومالک واحمد بن حنبل کی تقلید کیوں کرتے ہو؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اپنے علماء وائمہ کی کتابوں سے انہیں چیزوں پر عمل کرتے ہیں جو قرآن وحدیث کے موافق ہیں تو خدارا یہ بتایئے کہ جب آپ کی جماعت کا ہر شخص اتنا علم رکھتا ہے جو مولویوں کی کتابوں میں یہ دیکھ سکے اور پرکھ سکے کہ کون سی بات قرآن وحدیث کے موافق ہے اور کون سی مخالف تو پھر اس کو ان مولویوں کی کتابوں کی ضرورت ہی کیوں رہے گی۔ سیدھے سیدھے قرآن وحدیث ہی کیوں نہیں پڑھتا۔

اور آپ کے یہ کہنے کے ساتھ ساتھ کہ ہم اپنے مولویوں کی کتابوں سے صرف وہی بات مانتے ہیں جو قرآن وحدیث کے موافق ہیں آپ کو اپنے مولویوں کی کتابوں کی ان باتوں کی ایک فہرست بھی مرتب کر کے شائع کرنا چاہئے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں تاکہ قوم گمراہی سے محفوظ رہے اور یہ کام آپ کو بہت پہلے ہی کر دینا چاہئے تھا اور جب اپنے مولویوں کی غلط باتوں کو آپ میدان میں نہیں لائے تو بتایئے کہ کیا آپ کے مولوی پیغمبروں کی طرح خطا وغلطی سے محفوظ تھے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب حق ودرست خطا سے پاک لکھا اور جب آپ کے مولوی خطاؤں سے پاک ہیں تو ہم اگر امام اعظم کی تقلید مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں آنکھ بند کر کے کر رہے ہیں تو آپ کو اس پر اعتراض کیوں؟

خلاصہ یہ کہ منکرین تقلید پہلے اپنے مولویوں کی تمام کتابیں مثلاً نیل الاوطار، معیار الحق، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ، تقویۃ الایمان وغیرہا کو آگ میں جلائیں اور چھاپنا، بیچنا بند کریں۔ اس کے بعد ہم سے ظاہر الروایہ قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ، فتح القدیر، درمختار، شامی، عالمگیری، فتاویٰ رضویہ، وبہار شریعت وغیرہا کے بارے میں بات کریں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے تم لوگ انہیں کیوں پڑھتے ہو۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ کے مولویوں کی کتابیں، رسائل جرائد چھاپے جائیں، بیچے جائیں، پڑھے جائیں، عمل کئے جائیں تو آپ کو قرآن وحدیث کا دھیان نہ آئے اور جب علمائے احناف وشوافع، مالکی وحنبلی حضرات کی کتابیں پڑھی جائیں تو آپ کو قرآن وحدیث یاد آتا ہے اور بکتے ہیں کہ قرآن وحدیث ہمیں کافی ہے اور کسی کتاب یا کسی امام کی ضرورت نہیں۔

(۱۰) آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارے مولویوں کی کتابیں بھی سند نہیں ہیں یعنی ان کتابوں سے بھی ہمارے لئے دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک کسی کے ممدوح ومحمود اور لائق ستائش وتعریف اور قابل مذمت ہونے کا معیار کیا ہے یعنی کیا وجہ ہے کہ آپ کسی کی تعریف کرتے اور کسی کی برائی کرتے ہیں۔ مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی کی تعریف میں آپ زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کو گالیاں دینا آپ کا مذہب بن گیا ہے حالانکہ ان کی ہر بات سے تو آپ کو بھی اختلاف نہیں ہے ہزاروں عقائد ومسائل ایسے ہیں جو آپ کے

نزدیک بھی انہوں نے صحیح لکھے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج زکوۃ کی فرضیت، جوئے، شراب، مردار اور خون وسور کی حرمت۔

قادیانیت اور رافضیت وچکڑالویت کا ردوابطال وغیرہا بے شمار باتوں میں آپ کو ان سے اتفاق ہے، تو اعلیٰ حضرت، کی بھی آپ کو تعریف وتوصیف کرنا چاہئے تھی اگرچہ جو باتیں ان کی آپ کی سمجھ کے خلاف تھیں ان کو نہ مانتے لیکن آپ ان کے ہاتھ دھوکر پیچھے پڑ گئے اور پوری ایک کتاب بنام ''بریلویت'' ان کی تنقیص وتوہین میں لکھ کر چھاپ دی۔ جب کچھ باتیں غلط اور کچھ صحیح لکھنے اور بتانے والا بھی آپ کے نزدیک لائق تعریف ہے تو علماء بریلی کو آپ نے کیوں چھوڑا اور ہر بات میں سوائے خدا اور رسول کے کوئی معتبر نہیں تو دہلوی، امرتسری، قنوجی، اپنے مولویوں کو آپ نے کیوں امام بنا رکھا ہے یعنی ان مولویوں کو آپ نے سب صحیح کی بنیاد پر مانا ہے یا کچھ غلط اور کچھ صحیح کی بنیاد پر؟

ذرا وضاحت کے ساتھ جواب دیجئے!

(۱۱) چودہ سو سال کے اس عرصے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد امت مسلمہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں کہ نہیں؟ کہ قرآن وحدیث کے معاملے میں جن پر اعتبار کیا جائے اور ان کے علم وعمل تقویٰ وطہارت کی بنیاد پر امت کے پڑھے بے پڑھے مسلمان ان کی باتوں پر یہ سوچ کر اعتبار وبھروسہ کریں کہ یہ اچھے بھلے قابل عالم لوگ ہیں یہ ہمیں جو کچھ بتائیں گے خدا اور رسول کی ہی بات بتائیں گے۔ اگر ایسے کچھ آپ کی نظر میں ہیں تو ان کے نام بتایئے اور اگر نہیں تو اعلان کیجئے کہ امت محمدی معاذ اللہ تبارک وتعالیٰ جھوٹوں کی

امت ہے اس پوری اُمت میں کوئی بھی قابل اعتبار شخص نہیں؟

اور خود اپنے مولویوں ابن قیم ابن تیمیہ قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں بھی اعلان کیجئے کہ یہ سب نا قابل اعتبار لوگ ہیں۔

یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ معصوم، بے خطا کوئی نہیں یہ بتایئے کہ قابل اعتبار کوئی ہے یا نہیں یعنی یہ بتایئے کہ ایسا کوئی ہے یا نہیں کہ جس کی پیروی سے خدا اور رسول تک پہنچا جا سکے۔

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ فِیْ الْاُولیٰ وَالْاٰخِرَۃ و صلی اللہ علی سیدنا محمد رسول اللہ و علی اٰلہ و اصحابہ و حزبہ اجمعین

☆☆☆☆☆

☆☆☆

TAQLEED SHAKHSI
ZARURI HAI

